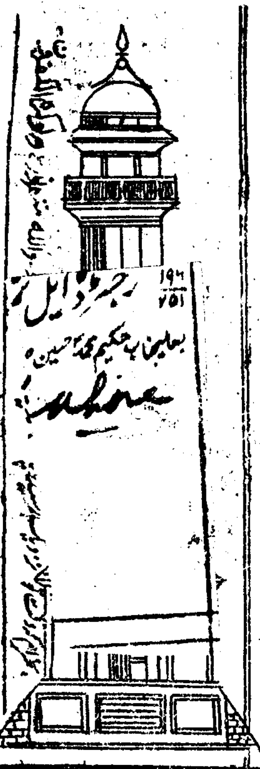
رجسٹرڈ ایل نمبر



اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

الحکم

پرکوٹم باتوگرافی چھپا در قادیان سے | دروازہ شیخ غلام نبی ترمس دارالامان میں

(ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی)

پیشگی سالانہ

(۱) عوام سے ۔ صہ
(۲) خواص ومعاونین سے ۔ عہ/۱۰
(۳) ہندوستان سے باہر سے ۔ ۶
(۴) غیر مذاہب والوں سے ۔ ۱۲
(۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۔ عہ/۱۲

نمبر ۱۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق ۳ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ | جلد ۱۱

چھوٹی مسجد کی توسیع

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر اور اسکی حمد ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہر پہلو سے ترقی کرکے ظاہر کر رہا ہے کہ یہ سلسلہ اسی کا قایم کیا ہوا ہے۔ اور اسی کی طرف سے ہے۔ برادران طریقت کے لئے یہ خبر بڑی مسرت کا موجب ہوگی کہ مسجد مبارک جسکو چھوٹی مسجد کہتے ہیں اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے من دخلہ کان امنا اسکی وسعت کے سامان پیدا ہوگئے ہیں۔ بڑی مسجد کی توسیع کی خبر ناظرین پہلے سے سن چکے ہیں اب چھوٹی مسجد کے ساتھ جو ایک مکان پڑا ہوا تھا وہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو خرید کر لیا گیا ہے اور باضابطہ اسکی رجسٹری ہوگئی ہے اس مکان کے ملنے سے مسجد قریبًا ۲۹ فیٹ عرض میں اور ۳۲ فیٹ طول میں بڑھ جائیگی اللہم زد فزد۔ اسکی درستی اور تعمیر پر ایک بیش قرار رقم خرچ ہوگی اگرچہ وہ کریم رحیم مولا جس نے اسکی وسعت کا سامان پیدا کر دیا ہے اسکی تعمیر کے سامان بھی بہم پہونچا دیگا۔ بہرحال یہ امر جماعت کی توجہ کے قابل ہے اس جدید تعمیر پر شاید دو ہزار سے بھی زیادہ روپیہ صرف ہو۔ خدا اپنے فرمانبردار بندوں کو توفیق دے کہ وہ اس کار خیر کے لئے اتفاق کریں۔ آمین۔

صدقات

مخلص مومن تو ہمیشہ ہی وقتاً فوقتاً صدقات دیتے رہتے ہیں لیکن یہ ایام ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ملک کے مختلف حصوں پر نازل ہو رہا ہے۔ اسلئے جہاں ہم لوگوں کو پاک تبدیلی کی حاجت ہے وہاں ضرورت ہے کہ رد بلا کے لئے صدقات بھی دیتے رہیں۔ قادیان میں مد صدقات جو صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ایک مستقل شاخ ہے اسکے ذریعہ سے یتامیٰ۔ مساکین۔ مولفۃ القلوب۔ طلبہ علم۔ ابناء السبیل اور مختلف قسم کے حاجتمند اور قابل امداد احباب کی مدد کیجاتی ہے اور اس سال کے لئے اسکی اخراجات کا مستقل ماہواری خرچ تین سو روپیہ سے زیادہ ہے لیکن اس مد میں اپریل کے مصارف ادا کر چکنے کے بعد مئی کے مصارف ادا کرنے کے لئے مشکلات کا سامنا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ غیب سے ایسے سامان بہم پہونچائیگا اور اپنے بندوں کو خود القا کریگا جو اسکی امداد کے لئے اٹھیں گے لیکن میرا فرض ہے کہ میں اس ضرورت کو پیش کروں۔ اس مد کے لئے ہر قسم کی نذور صدقات آنی چاہئیں۔ خصوصًا زکوٰۃ کا روپیہ جسکو ٹھیک زکوٰۃ کے اصل مصرف پر خرچ کیا جاتا ہے ناظرین پوری توجہ کریں اس مد کا روپیہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام آنا چاہئے۔

یتیم کے اخراجات

جس یتیم کے سالانہ اخراجات مبلغ لعہ کے لئے اپیل کیا گیا تھا وہ ابھی پورے نہیں ہوئے۔ گذشتہ رقوم کے بعد کوئی رقم تا حال نہیں آئی احباب توجہ کرکے اس رقم کو پورا کریں۔ صرف میاں رحمت اللہ احمدی بنگہ کے عا ئے ہیں۔
اصلاح ۔ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء کے الحکم میں سید محمد نذیر حسین ساکن کھاریاں کی رقم للعہ جو غلطی سے ... چھپ گئی۔

دس مطلوبہ وظایف

جن دس مطلوبہ وظایف کے لئے اپیل کیا گیا تھا ابھی تک صرف شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد نے ہی توجہ فرمائی ہے۔ احباب توجہ فرماویں یہ وظایف صہ ماہوار کے مطلوب ہیں۔

قابل تقلید وظیفہ

اس سال ہمارے مخلص بھائی شیخ عبد الرحیم صاحب نو مسلم مولف ایدیٹ کی کامونہ مرزا برکت علی جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ایک نیک اور شریف طالب علم ہے

…وہ وٹرنری کالج لاہور میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کو مدد دیجاوے مگر وہ اس شرط پر مدد لیگا کہ جسقدر وہ وظیفہ لیگا اسیقدر انشاء اللہ العزیز شیخ عبدالرحیم صاحب وقتاً فوقتاً واپس کر دیں گے سب کمیٹی صدقات نے تو کلاً علی اللہ اس طالب علم کو وظیفہ دینا اور اس کے ابتدائی اخراجات کے لئے تیس روپیہ پیشگی دینے منظور کر لئے ہیں۔ احمدی وٹرنری اسسٹنٹ صاحبان اگر توجہ کریں تو وہ سب کمیٹی صدقات کو اس موقع پر مدد دے سکتے ہیں۔

خدا کی تازہ وحی

۱۱ اپریل ۱۹۰۷ء۔ "دہلی میں واصل جہنم واصل خاں فوت ہو گیا"

حکیم واصل خاں دہلی کا تو فوت ہو چکا ہوا ہے۔ تفہیم یہ تھی کہ اس کے عزیزوں میں سے کوئی طاعون سے مرجائیگا کیونکہ جہنم کا لفظ اور الہامات میں بھی طاعون کیلئے استعمال ہوا ہے یہ نشان بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر ترقی ایمان کا موجب ہوگا۔

۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ۔

(ترجمہ) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔

۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔ ۱۔ فتح ہے تمہاری۔

۲۔ تمہارے نام کی۔

۳۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

۴۔ خُذْ ظِبَاءَۃً۔ یعنی تلوار کی تیز دھار۔

۵۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ مُوْسٰی

۶۔ احمد

۷۔ سوز لوی (نہ معلوم کیا اشارہ ہے)

۸۔ پھر قرآن مجید دیکھا اسکی جلد پر شیرازہ کے قریب لکھا ہوا تھا۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپکے اہل بیت اور خدام خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہمہ وجوہ تندرست ہیں۔ بزرگان ملت کی صحت کی خبر قوم کے لئے مژدہ راحت افزا ہے۔

۲۔ موسم میں نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی اگرچہ دن کو دھوپ لگتی ہے تو بھی دن ابر رہتا ہے۔ ۱۶ اپریل کو کسیقدر ترشح ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ عاجز مخلوق پر رحم فرماوے۔ آمین۔

۳۔ طاعون کا بھیانک سلسلہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور جب اردگرد کے دیہات کی بربادی اور تباہی پر نظر کی جاتی ہے تو اس کے مقابلہ میں لَوْلَا الْاِکْرَامُ لَھَلَکَ الْمَقَامُ کی پیشگوئی کو آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مزید فضل اور کرم کا نشان ہے بعض ایسے شخص جو احمدی جماعت میں داخل ہیں … ہے۔ خدا تعالیٰ ہر وقت اپنے فضل کے سایہ میں سب کو رکھے۔ (آمین)

قابل توجہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور

قادیان میں نہال نامی ایک جو گزشتہ سال اس محلہ سے تعلق رکھتا تھا طاعون سے فوت ہو گیا ہے اور اس کا اکلوتا لڑکا بھی طاعون سے فوت ہو گیا ہے اسکے جائز وارثوں میں صرف ایک صغیر سن نابالغ لڑکا ہے۔ چونکہ نہال ایک آسودہ آدمی تھا اور کئی ہزار روپیہ کی جائداد چھوڑ گیا ہے بعض لوگ مختلف تجویزوں سے اسکی جائداد پر قابض ہو کر اسکو … کرتے ہیں اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر پولیس کے افسر متعلقہ نے توجہ کر کے مناسب انتظام نہ کیا تو اس صغیر سن بچے کی جائداد کچھ بھی نہیں بچ سکے گی۔ کپتان صاحب ضلع گورداسپور بہت جلد توجہ فرمائیں گے۔ ایسے موقعہ پر انسان سے کیا کچھ نہیں کرا دیتا اور جبکہ طاعون سے موتیں ہو رہی ہوں کسی جان کا بچ جانا مشکل بات نہیں ہے اور ایسی وارداتوں کا مخفی ہونا آسان امر ہے اسلئے جسقدر جلد ممکن ہو صاحب بہادر اس پر توجہ فرماویں۔

ایک بہترین قطعہ مکان کیلئے

حضرت خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالکل جوار میں ۲۴ فیٹ چوڑا اور ۳۴ فیٹ ایک قطعہ زمین میں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ پانسو روپیہ سے کم قیمت نہیں ہوگی۔ جو صاحب ایسے عمدہ موقعہ پر تعمیر مکان کے خواہشمند ہیں جلد اطلاع دیں۔

ایڈیٹر الحکم۔

(فقیر محمد)

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونیکا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کیساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اسکا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونیکا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے انکو اور انکی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی انکو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جنکو وہ فرض منصبی سمجھکر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے آمین یا رب العالمین۔ میں انکے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ انکی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جنکا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اسلئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اسکو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم

عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید

مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

نیاز نامہ بخدمت منشی عبد الحق صاحب اکونٹنٹ پنشنر لاہور

کوچہ کندیگران

بر وفات منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مصنف کتاب عصائے موسیٰ

میرے مکرم السلام علیکم - مجھے آپ سے اونس ہے اور سچا اونس ہے - اور جو کچھ میں یہاں لکھنے لگا ہوں اوسی سچے انس کے باعث لکھتا ہوں جو میرا دل آپ کے لئے محسوس کرتا ہے - اِس اونس کیوجہ سے غالباً آپ بھی ناواقف نہیں - جو نور اور ہدایت مجھے جناب مسیح کے طفیل ملا - اس کے موجب آپ ہی ہیں - آپ اُن چند واجب التعظیم احباب میں سے ہیں جو مجھے عالیحضرت مرزا صاحب کیطرف لیگئے اور پھر وقتاً فوقتاً ابتدائے منازل سلوک کی مشکلات کے دفع کرنیمیں آپ نے مجھے ہمیشہ اپنے اس ذاتی علم سے مدد دی - جو آپ کو عالیحضرت جناب مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اور ان کے اخلاق اور ان کے تقدس کے متعلق حاصل تھا - اس لئے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان پر کاربند ہوکر میرا فرض ہے کہ میں کلمہ خیر سے اسوقت دریغ نہ کروں -

اسوقت آپ بفضلہ تعالیٰ دوست پروری اور دوستداری کی قیود سے خدائی ہاتھ کے ذریعہ آزاد کئے گئے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ اب ٹھنڈے دل سے میری اس عرضداشت پر غور کریں گے - یہ تو آپ مانیں گے کہ انسان کا محاکمہ غلطی سے خالی نہیں - اور سعید انسان کا فرض ہے کہ اگر وہ خود ایک معاملہ میں غلطی کرجائے تو پھر جب نئے واقعات صحیح ظہور پذیر ہو جائیں تو پھر وہ اپنی خطا یافتہ محاکمہ کی ترمیم کرنیمیں دیر نہ لگاوے - منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ صاحب عصائے موسیٰ اب اس جہان سے بذریعہ موت طاعون چلے گئے - انکے متعلق آپکا ایمان تھا کہ وہ صاحب الہام اور مورد فیض ربانی ہیں - انکو آپ کی تحقیق کے مطابق خدا تعالیٰ نے بمصداق ضرب المثل ہر فرعونے را موسیٰ اس زمانہ میں بزعم متوفی جناب مرزا صاحب کے فرعونی فتن کے دور کرنے کیلئے موسیٰ قرار دیا - اور انکو عصا عطا فرمایا تھا - آپ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ جناب احدیت مآب نے جناب مرزا صاحب کو بھی بقول انکے موسیٰ کے خطاب سے ہی مخاطب کیا ہے اور یہ امر کوئی منشی الٰہی بخش کے تتبع میں نہ تھا بلکہ براہین میں مقدس مصنف براہین کا ایک یہ نام بھی ہے جس کتاب اور جس کے مضامین کے مصدق اور مویّد آپ اور آپکا دوست سالہا سال تک رہچکا ہے - اب آپ فرمایئے کہ دست قدرت نے کسکو موسیٰ اور کسکو فرعون ثابت کیا - نظری مباحثات اور منطقی قیاسات تو کسی نتیجہ تک انسان کو جلد نہیں پہونچا سکتے لیکن ہم اسباب کو کیا کریں کہ جب تاریخ اس بات کی شہادہ ہے کہ فرعون اور موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون موسیٰ کی زندگی میں ہلاک ہوا اور جناب موسیٰ اس کے بعد دنیا میں رہے اب منشی الٰہی بخش اور جناب مرزا صاحب ایک میدان میں تھے دونوں ایک دوسرے کے مقابل میں تھے طاعونی طوفان کی طغیانی کوئی نیل کے طوفان سے کم نہیں جسطرح جناب موسیٰ اور فرعون طوفان نیل میں سے گذرے اسیطرح ان دو نو مدعیان کے ارد گرد بھی طوفان طاعون زور شور میں ہے اب آپ خود ہی فرماویں کہ کون اس طوفان میں غرق ہوا اور کون صحیح سلامت اسوقت تک ہے - میرے نزدیک تو آپ جیسے ذوق والے کے لئے یہ امر فیصلہ کن ہے - ویسے واقعات یا حالات یا مسایل یا مذہبی مباحثات کے ذریعہ صحیح نتیجہ کی امید رکھنا محال ہے - اول تو صحیح علم کا حاصل ہونا ہی مشکلات سے ہے اور پھر صحیح علم کے بعد صحیح نتیجہ نکالنا بھی دشواری سے خالی نہیں - اسلئے میں نے آپ کے سامنے یہ موٹی سے موٹی بات پیش کی ہے - کیا آپنے کبھی اس امر پر غور نہیں کی کہ کیا وجہ ہے کہ جو حضرت اعلےٰ کے مقابل آیا وہ اُٹھایا گیا - آپ اُن ایام میں جب میں آپکی معلومات متعلق حضرت اقدس سے فیض اندوزی کرنے کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اکثر کہا کرتے تھے کہ جناب مرزا صاحب کی صداقت کا ایک ہی کافی نشان ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے مخالف اسکی زندگی میں ہلاک ہو جاوینگے - اب آپ کے دوست نے بھی اسی فہرست میں ایک نام کی اور ایزادی کر دی - لہذا اگر آپ کی ہی مذکورہ بالا دلیل کچھ وزن رکھتی ہے تو آپ خود ہی غور کریں - کہ وہ تین صد کے قریب مولوی جنہوں نے ۱۸۹۱ء میں اشاعۃ السنہ والے فتوئے کفر پر مہریں لگائی تھیں - انہیں سے کسقدر آج زندہ ہیں - اگر آپ تحقیق کرنا چاہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انہیں سے بمشکل انگلیوں پر ہی اسوقت آپ بعض ملاں گن سکینگے جو کسی مصلحت ربی کے ماتحت زندہ ہیں ورنہ سب خائب و خاسر ہوگئے - اور انہیں سے بعض کو وہ شرمناک موتیں نصیب ہوئیں کہ جوان کے ادعائے مولویت کے شایاں حال نہیں وہ لدھیانے کے چار بھائی مولوی جو کفر میں اسقدر غلو کرتے تھے کس ذلت کی موت سے مرے - پھر اسمعیل علیگڈھی ... نذیر حسین دہلوی - رشید احمد گنگوہی - غلام دستگیر قصوری - چراغ الدین جمونی - رسل بابا امرتسری - راجہ جہانداد خاں گکھڑ - ملا احمد پشاوری - آتھم امرتسری - امریکہ کا ڈوئی اور ایسا ہی صدہا اور لوگ ہیں جنکا اب نام ونشان نہیں اب وہ ہلاک ہوگئے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کا کوئی قائم مقام بعد میں نہ رہا - آپ کو کیا کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ جناب مرزا صاحب کی دن بدن کیوں ترقی ہورہی ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ وہ اسباب کیوں مہیا کرتا جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ اسکی اشاعت عالمگیر ہوجاوے اور بالمقابل اسکے مخالف جسقدر ہیں اگر وہ اپنی ذات سے کچھ کرسکیں تو کرسکیں ورنہ انکا کوئی مددگار و معین نہیں ہوتا - اور انکو کسی قسم کی قلمی یا درمی مدد نہیں ملتی - کیوں فتوحات کے ابواب مرزا صاحب پر کھلتے جاتے ہیں - کیوں لوگ اپنے مالوں کو جانوں کو اور اپنی معلومات کو اور اپنی تعلیموں کو اسکی راہ میں قربان کرتے ہیں اور کیوں اسکے مخالفین کی امداد میں زمانہ کھڑا نہیں ہوتا - حالانکہ زمانہ کا زیادہ حصہ ہمیشہ مخالفت رکھتا ہے - آپ اسی مشن کی بابت غور کریں - جسکو آپ کے دوست الٰہی بخش نے قائم کیا - ان کے ہمراہ کسقدر ہوئے - اور خود ان کو کسقدر جرأت اور یقین اپنے آپ پر تھا جب لاہور کے علماء نے ان کے برخلاف خدا کی طیاریاں کیں تو پھر انکو کہنا ہی پڑا کہ انکو اپنے الہامات کے متعلق خود قطعی علم نہیں کہ انکا مفہوم و مصداق کیا ہے - پھر ان کے الہامات اور دعاوی کے مصدق کسقدر پیدا ہوئے اور جو دوست پروری کے لحاظ سے چند آدمی تھے بھی تو وہ بھی جلدی اٹھائے گئے - سید فتح علیشاہ - خواجہ امیر الدین صاحب وغیرہ آخر الٰہی بخش صاحب کے دعاوی کے بعد بہت ہی جلد رخصت ہوگئے - حافظ محمد یوسف کو خدا تعالیٰ نے مختلف قسم کی ناکامیاں دیکھنے کے لئے زندہ رکھا - جسکا عزا وہ بہت حد تک چکھ بھی رہے ہیں تا ہم چند ایک مددگار منشی الٰہی بخش کے تھے - انکے سوا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ عصائے موسیٰ والے کے ہم آواز اور اسکے ذاتی عقائد اور دعاوی کے موید کسقدر دنیا میں پیدا ہوئے اور خصوصاً اب وہ مشن کہاں ہے جسے الٰہی بخش صاحب دنیا میں لائے - کیا اسوقت ایک ہی متنفس ہے جو اس مشن کو جاری رکھے - بالمقابل جناب مسیحیت مآب کے متعلق آپ کو انکا وہ زمانہ یاد دلاتا ہوں - کہ جب آپ ان کے مدار المہام تھے اور حضرت اقدس کو براہین کے متعلق ایک اشتہار کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرانا منظور تھا - آپ خود ہی مجھے فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو کسقدر دقتوں کا سامنا ہوا تھا اور کن مشکلات کے بعد آپ نے ایک اشتہار کا ترجمہ کروایا - پھر اس کے بعد ۱۸۹۴ء کا زمانہ آیا - اور پھر جب اسی قسم کی ایک پمفلٹ کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑی تھی جسکو میں ترجمہ کرنے کے بعد بطور مشورہ میاں الٰہی بخش کے پاس لیگیا تو انہوں نے کئی دن اوسی مشورہ میں لگا دیئے - وہ بھی زمانہ گذر گیا اور جب حضرت اقدس کو بلاد عربیہ میں اپنی اشاعت منظور ہوئی

(ناتمام)

تو پھر آپ نے دیکھا کہ اس امادہ سے کئی سال پہلے ہی تعلیم یافتہ اور انگریزی دان اہل قلم حضرت کے قدموں میں آ بیٹھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکی قلم کا لوہا خود یورپین مصنفین نے مانا اور جنکی زبان دانی انگریزی پر خود اہل زبانوں نے تحسین کیا۔ اب بھلا حضرت اقدس کی اشاعت میں اور پھر خود اسلام کی اشاعت میں زبان انگریزی کے ذریعہ جسقدر اشاعت تصانیف قادیان میں سے ہو رہی ہے وہ دنیا کے کسی اور مرکز سے کہاں ہوتی ہے۔ ماسٹر الہ دین لاہوری کا ترجمہ اشتہار براہین پر تامل کرنیکا زمانہ یاد کرو اور یہ زمانہ دیکھو۔ تو کیا آپ جیسے غور اور فکر کرنیوالے کے لئے کوئی عبرت کا مقام نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جس قسم کی ضرورت اس مقدس انسان کو لاحق ہوتی ہے یا ہونیوالی ہوتی ہے اس ضرورت کے رفع کرنے کے سامان رحمان خدا ضرورت کے لاحق ہونیسے پہلے ہی پیدا کر دیتا ہے۔ کیا آپ نے مقدمات کے حالات نہیں دیکھے۔ کہ ان مقدمات کے پیدا ہونیسے پہلے ہی قانون دان غلام مسیح کی خدمت میں خدا تعالیٰ نے پیدا کر دیئے پھر مالی ضرورت کو خدا تعالیٰ نے کیسا پورا کیا۔ میرے معظم منشی صاحب! آپ مرزا صاحب کی ابتدائی مالی تکالیف سے جیسے واقف ہیں اور کوئی کم ہی ہوگا۔ اب بتاؤ کیا یہ مالی فتوحات آپ کے لئے کوئی سبق کا موجب نہیں ہو سکتیں اور پھر یہ تمام اعلےٰ خدمات بہم پہونچانے والے کون ہیں۔ کیا چند جاہل اور بیوقوف توہمات کے گرویدہ اُمراء اور جہالت میں گرفتار اہل دولت ہیں جو اس مدعی کے قابو میں آگئے اور جن کے مال و جان پر اس کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور جنکی توہم پرستی سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔ یا یہ وہ لوگ ہیں کہ جو آپ لوگوں کے دنیاوی معاملات کو سلجھانے میں اہل عقل سمجھے جاتے ہیں اور جنکی عقل و تجربہ کیطرف آپ لوگ اپنی دنیوی مشکلات میں رجوع کیا کرتے ہیں جنکے علم و فضل کو زمانہ مانتا ہے اور جو لوگوں کے خیال میں ہی اپنے علم و فضل کے باعث عدیم المثال سمجھے جاتے ہیں ہاں بخیال اہل دنیا انہوں نے اگر کوئی غلطی کی ہے تو صرف یہ کہ انہوں نے قادیان کے ایک رئیس کو مسیح اور امام مان لیا ہے۔

اب میں ایک خاص امر کیطرف آپکو توجہ دلاتا ہوں جسکو میں نے ہمیشہ حیرت اور استعجاب کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ایک بلاتعصب اور سلیم الفطرت انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمات اور یقین کو محض ایک نئی پیدا شدہ مخالفت کے باعث ترک نہ کر دے۔ جب تک اول مسلمات کے برخلاف اس کے پاس نئی اور کامل وجوہ پیدا نہ ہو جاویں۔

میں نے کتاب عصائے موسیٰ کو بغور پڑھا اور کئی دفعہ پڑھا۔ اور پھر ان تمام اعتراضات کو اپنے ذہن میں جمع کیا۔ جو مصنف عصائے موسیٰ نے جناب مرزا صاحب کی ذات اور حالات کے برخلاف جمع کئے۔ اور ایسا ہی مجھے پٹیالہ کے ڈاکٹر عبد الحکیم کے اعتراضات پر بھی غور کرنیکا موقعہ ملا۔ عجیب اور حیرتناک بات جو میرے لئے تھی وہ ہے کہ یہ وہی اعتراضات من و عن تھے جو مخالفین نے آپکی اور میاں الٰہی بخش کی اور ڈاکٹر عبد الحکیم کی مخالفت سے کئی سال پہلے شائع کئے تھے۔ اور ان میں سے ایک بھی اعتراض الٰہی بخش یا عبد الحکیم کو نہ سوجھا۔ تمام کے تمام اعتراضات یا قریباً ۹۹ فیصدی سے پہلے پہلے مخالفین کی کتب میں لکھے جا چکے تھے اور میاں الٰہی بخش نے یا ڈاکٹر عبد الحکیم نے جب مخالفت پر کمر بستہ کی تو انہیں اعتراضات کا اعادہ بالفاظ دیگر کر دیا۔ میں ان اعتراضات کی صحت یا عدم صحت کے متعلق اسجگہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ اعتراضات صحیح ہیں تو کیوں ان کو میاں الٰہی بخش وغیرہ استعمال نہ کریں۔ جو بات مجھے حیرت میں ڈالتی ہے اور جس سے میاں الٰہی بخش وغیرہ کی دیانت کے متعلق مذبذب ... ہوتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب یہ اعتراضات بعینہٖ وہی ہیں جو انکی مخالفت سے پہلے ہی موجود تھے اور جنسے ان کے کان اور آنکھیں آشنا تھیں۔ تو جب سالہا سال تک یہ لوگ ان اعتراضات کو محض بے بنیاد سمجھتے رہے تو اب انہیں اور کونسا شہاب ثاقب کا پر لگ گیا جو اب وہی اعتراضات انکی نگاہ میں اعتراضات بن گئے۔ دیانت کا تو یہ تقاضا تھا کہ یہ لوگ کم از کم یہ امر ہم پر ظاہر کرتے کہ ان اعتراضات کو جنکو ہم کئی سال تک بے بنیاد سمجھتے رہے اور جن کے بے دلیل ہونے نے ہمارے ایمان کو ایک مدت تک متزلزل نہیں ہونے دیا۔ اب ان اعتراضات کے ثبوت میں ہمارے پاس نئے دلائل پیدا ہو گئے ہیں جنکا ہمکو پہلے علم نہیں تھا اور اسلئے ہم کو حق پہنچتا ہے کہ ہم ان اعتراضات کو صحیح مانیں اور جناب مرزا صاحب سے مخالفت کریں۔ یا وہ یہ اعلان کرتے کہ یہ اعتراضات تو ہماری نگاہ میں ہمیشہ سے تھے لیکن ہم نے منافقانہ طور پر آج تک پردہ پوشی کی۔ تقویٰ اور امانت دیانت کی تو یہ راہ تھی جو میں نے عرض کر دی نہ یہ کہ انہیں اعتراضات کو ایک مدت العمر تک بے بنیاد اور غلط سمجھنا اور انکی اندفاع میں خود دلائل پیش کرنا اور معترضین کو انہیں جھوٹے اعتراضوں کے باعث ملزم ٹھہرانا اور پھر جب آپ مخالفت پر آمادہ ہونا تو انہیں اعتراضات کو وجہ مخالفت قرار دینا کیا ہے۔ ہرگز نہ شرافت ہے و امانت تھی جو منشی الٰہی بخش و ڈاکٹر عبد الحکیم نے اختیار کی ہیں انکی مخالفت کی داد دیتا اگر یہ لوگ انہیں اعتراضات کے ثبوت میں نئے دلائل اور وجوہ پیدا کر کے پبلک کو یقین دلاتے کہ اب ان اعتراضات کے ثبوت میں اونہیں نئے ثبوت ملگئے ہیں۔ بعض خبر جیسے اخبار نویسان لاہور نے ڈاکٹر عبد الحکیم کو گھر کا بھیدی قرار دیکر ان کے اعتراضات کو وزنی قرار دیا۔ ہم اسبات سے خوش ہو سکتے کہ ڈاکٹر عبد الحکیم جو بیس سال تک بزعم خود حضرت کا مرید رہا اور گھر کا بھیدی کہلانے کا سزاوار تھا کسی نئی گواہی گھر کا بھید پبلک پر ظاہر کرتا۔ تعجب تو یہ ہے کہ جب اس گھر کے بھیدی کی تحریر کو دیکھا اور اسے بھی انہیں اعتراضات سے مملو پایا جنکو وہ ایک مدت تک بے بنیاد اور غلط سمجھتا رہا اور اپنی ایسا سمجھنے کی غلطی کو کسی نئی روشنی سے غلطی ثابت نہ کر سکا تو اسبات پر مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ یہ لوگ محض مخالفت اور ذاتی عناد کے باعث اندھے ہو رہے ہیں۔ آپ بتلائیں یا الٰہی بخش ہی گھر کا بھیدی تھا اور ایسا ہی عبد الحکیم۔ ان گھر کے بھیدیوں نے کونسی نئی روشنی ڈالی۔ کیا محض دوسروں کی قے کو چاٹ کر یہ گھر کے بھیدی اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو گئے۔ انکا تو فرض تھا کہ اپنی مخالفت کی تائید میں کوئی نئے اعتراضات پبلک کے سامنے پیش کرتے یا پرانے اعتراضات کی تصدیق میں اپنے ذاتی علم کی بناء پر کوئی بین ثبوت پیش کرتے لیکن ان سے ایسا نہ ہو سکا۔ مثال کے طور پر میں ایک بات آپ سے عرض کرتا ہوں جو آپ کی ذات سے خاص تعلق رکھتی ہے۔ وہ براہین احمدیہ کے طبع کے متعلق ہے۔ غالباً ۹۴ یا ۹۵ء سے پہلے پہلے کا یہ اعتراض چلا آتا ہے کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے طبع کرانے کے متعلق لوگوں سے پیشگی قیمتیں لیلیں اور براہین کو شائع نہ کیا اور لوگوں کا مال اس طرح خورد برد ہو گیا اس کے مقابل حضرت اقدس کیطرف سے براہین کی تعویق کے متعلق بہت سے کامل اور مضبوط وجوہ پیش کئے گئے۔ اور بدظن طبایع کے ظنون فاسدہ کو رفع کرنے کے لئے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ جو شخص اپنی ادا کردہ قیمت واپس لینی چاہے وہ براہین کی خرید کردہ جلدیں خواہ کیسی حالت میں ہوں ہم کو واپس دیکر اپنی ادا کردہ کل کی کل قیمت لے لے۔ اس کام کے سرانجام دہی کے لئے آپ ہی مقرر کئے گئے تھے اور آپ نے کئی دفعہ زبانی اعلان بھی کیا کہ جو چاہے آپ سے قیمت لے لے مجھے خوب یاد ہے کہ جب کبھی ان ایام میں آپ کے سامنے یا منشی الٰہی بخش کے سامنے اس اعتراض کا ذکر آتا تو آپ دونوں نے حضرت اقدس کی حمایت میں قیمت واپس دینے کی آمادگی ظاہر کی بلکہ مجھے خوب یاد ہے کہ بعض کتب واپس ہو کر آپ نے قیمت بعض سے واپس لی۔ اور پھر وہ کتب مریدین سلسلہ میں ہاتھوں ہاتھ بک گئیں۔

اب اگر یہ واقعات سچے ہیں تو کیا میاں الٰہی بخش کو یا آپ کو یہ حق پہونچتا ہے کہ جسوقت آپ لوگ مخالفت پر کمربستہ ہوں تو اپنی فہرست اعتراضات میں اس براہین احمدیہ والے اعتراض کو بھی جوڑ دیں۔ میرے نزدیک تقویٰ اور دیانت یہ اجازت نہ دیگی۔ ہاں اسکی ایک راہ اور تھی اور وہ یہ تھی کہ میاں الٰہی بخش اعلان کرتے کہ جو کچھ مرزا صاحب نے واپسی قیمت براہین کے متعلق اعلان کیا وہ بھی ایک چال تھی اور منشی عبد الحق صاحب کو

اور مجھے بھی دوستی کے لحاظ سے اس جال اور فریب میں شریک ہونا پڑا۔ اور ہم اس فریبانہ جال میں معین و مددگار رہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے ہم کو متنبہ کیا اور ہم اس گناہ سے بچے اور ہم اب اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس اپنی سابقہ شرکت فریب سے پبلک کو آگاہ کریں۔ صرف اس صورت میں مصنف عصائے موسیٰ کو حق پہنچتا تھا کہ وہ اعتراض متعلقہ براہین کو بھی فہرست اعتراضات میں درج کرتا۔ ورنہ بصورت دیگر ہم تو یہی کہیں گے کہ دراصل جو اعتراضات منشی طاعون زدہ نے پیش کئے وہ بالکل مخالفت کی نابینائی کا نتیجہ ہے۔

میرے مکرم منشی صاحب مجھے ۱۸۹۴ء ۱۸۹۵ء کا زمانہ خوب یاد ہے جب آپ کے مکان پر ہمارے جلسے ہوتے تھے۔ جب آپ اور ہم اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ آپ نے کئی دفعہ ان تمام اعتراضات کا جو منشی الٰہی بخش نے کتاب میں کئی سال بعد درج کئے ذکر کیا اور پھر خود ہی بدلائل قویہ (جس کی بنیاد آپ کا ذاتی علم متعلق حضرت اقدس ہوتا تھا) ان اعتراضات کا ازالہ کیا۔ اب تو طاعون کے ہاتھ نے آپ کو دوست پرستی کے قیود سے آزاد کر دیا ہے کہ وہی دلایل قویہ جو آپ اوروں کو سنایا کرتے تھے وہ آپ کی تشفی اور تسلی کا باعث نہیں ہو سکتے۔ کیوں انہیں دلایل کو سامنے رکھکر آپ اپنی لغزشوں کو نہیں چھوڑتے۔

مجھے آپ کے ہم جلیسوں کے علاوہ راجہ جہانداد خان گکھڑ پر بھی افسوس ہے اور میں نے اس سے ذکر بھی کیا کہ جب ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۸ء تک وہ حضرت اقدس کا مرید اور معتقد رہا ہے اور حضرت کی تمام تصانیف سے خوب ماہر تھا اور مخالفین کے لٹریچر پر بھی اسکی نگاہ تھی تو پھر ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت اقدس نے اب کونسا نیا پہلو اختیار کیا جو آپ کے یا راجہ گکھڑ کے انحراف کا باعث ہوا ظلی یا غیر ظلی نبوت یا دعوائے رسالت واحمدیت - یا انت منی وانا منک - وغیرہ وغیرہ ان میں سے کونسی بات ہے کہ جس کا ذکر کھلا کھلا براہین میں نہیں تو پھر یہ باتیں کیوں از سر نو مخالفت کی بنیاد بن گئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب ذاتی اغراض یا ذاتی رعونت درمیان آجاتی ہے تو پھر انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ نہ امیر صاحب کابل مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار کی تقرری بعہدہ پولیٹیکل ایجنٹی قندھار پر ان کی احمدیت کے باعث اعتراض کرتے اور نہ راجہ صاحب کو سفارت کابل کی خواہش حضرت کے افترا سے روکتی۔ راجہ صاحب ایک زمانہ میں بطلے الاعلان احمدی مشہور تھے اور پھر جب انہیں سفارت کابل کے حصول کا شوق پیدا ہوا تو ان کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے مخالفت کرکے امیر کابل کے کانوں تک پہونچا دیں کہ وہ سخت معاند سلسلہ احمدیت ہے خدا کی شان ہے کہ خسر الدنیا والآخرۃ نے کیسا رنگ اپنا دکھلایا۔

ایسا ہی نہ منشی الٰہی بخش نے اور نہ ڈاکٹر عبد الحکیم نے کوئی نئی وجہ مخالفت جناب مرزا صاحب میں دیکھی اور آخر الذکر نے تو اپنی مخالفت سے ایک سال یا کم بیش عرصہ پہلے مرزا صاحب کی حمایت میں تصانیف شایع کیں دراصل یہ لوگ بلعمی صفات اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کو یہ خیال تھا کہ ہم خود حضرت احدیت ماب کی جناب میں باریاب ہیں ان کو جناب موسیٰ کے حالات سے سبق لینا چاہیے تھا۔ لیکن جس رعونت نے بلعم کو اخلد الی الارض کا مصداق بنایا اس سے یہ لوگ کیسے بچ سکتے تھے۔

اب میں چند الفاظ میاں الٰہی بخش کے بعض الہامات کے متعلق عرض کرکے اس نیاز نامہ کو ختم کرتا ہوں میں نے کتاب عصائے موسیٰ میں میاں صاحب کے چند الہام ایسے بھی دیکھے ہیں جن کو اشاعت عصائے موسیٰ سے پہلے (جب میاں صاحب حضرت مرزا صاحب سے خوش اعتقادی رکھتے تھے) مینے میاں صاحب سے سنا تھا اسوقت ان الہامات کے مصداق جناب مرزا صاحب اور اُنکے مخالف ظاہر کئے جاتے تھے اور جب مخالفت کا زمانہ آیا تو انہیں الہامات کے مصداق خود میاں صاحب اور مرزا صاحب بنائے گئے۔ مثال کے طور پر میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں اور خدا شاہد ہے کہ میں اس تحریر میں صادق القول ہوں اور وہ یہ ہے کہ جن دنوں جناب مرزا صاحب کے برخلاف مارٹن کلارک کا مقدمہ ۱۸۹۷ء میں ہو رہا تھا تو میں اتفاق سے منشی الٰہی بخش کو انارکلی میں متصل عجائب گھر قدیم ملا۔ اور مینے آپ سے عرض کیا کہ آپ بھی پادریوں کی مخالفت میں دعا کریں اُنہوں نے کہا کہ مینے دعا کی ہے اور مجھے الہاماً ظاہر کیا گیا ہے کہ جناب مرزا صاحب اس مقابلہ میں مظفر و منصور ہونگے۔ پھر انہوں نے الفاظ الہام کے دہرائے جس میں موسیٰ اور فرعون حسب تشریح میاں الٰہی بخش جناب مرزا صاحب اور مارٹن کلارک کو کہا گیا تھا۔ میاں الٰہی بخش کہتے تھے کہ چونکہ موسیٰ فرعون پر غالب آیا تھا اسیطرح جناب مرزا صاحب پادریوں پر غالب آویں گے۔ غرضیکہ وہ دن بھی آیا جب حضرت اقدس اس مقدمہ میں مظفر و منصور ہوئے اور جب میں پھر میاں الٰہی بخش کو ملا۔ تو انہوں نے مبارک دیتے ہوئے اپنے الہام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ آخر موسےٰ نے فرعون پر غالب آنا تھا سو غالب آگیا۔ لیکن میری حیرت اور تعجب کی کوئی حد نہ رہی جب مینے عصائے موسیٰ میں اس الہام اور اس کے قبیل دیگر الہامات کو دیکھا کہ جنکی بنا پر میاں الٰہی بخش تو موسےٰ بنے اور فریق ثانی فرعون۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عجب نشان ربی ہے کہ اگر یہ الفاظ واقعی خدا کیطرف سے تھے کیونکہ وہ زمانہ منشی صاحب کی صلاحیت کا تھا تو وہ الفاظ کس وضاحت سے پورے ہوئے دست قدرت نے ظاہر کر دیا کہ کون موسےٰ ہے اور کون فرعون کس نے موسےٰ کیطرح فرعون کو طوفان میں غرق ہوتے دیکھا اور کون فرعون کیطرح طوفان میں غرق ہوا۔

مینے یہ چند کلمات حقیقی درد اور سچے انس سے لکھے ہیں اور میری دعا ہے کہ خدا تعالےٰ انکو نفع بخش آپ کے لئے یا اور پڑھنے والوں کے لئے کرے۔

خواجہ کمال الدین وکیل چیف کورٹ پنجاب
لاہور۔ انارکلی۔

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۱۰ء۔

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

حافظ محمد یوسف پنشنر جو پہلے دنوں اندھے ہو گئے تھے روحانی طور پر تو بالکل ہی اندھے ہیں اور اس لئے بمصداق مثل مشہورہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے انہیں جو کچھ ہی سوجھائی دیتا ہے وہ قرآن مجید کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ۔ اسلام کے خلاف اور خود اللہ تعالیٰ کی پاک شان کے خلاف ۔

حافظ صاحب باوجودیکہ اس پیرانہ سالی میں اپنی شوخیوں اور گستاخیوں کا خمیازہ بھگت چکے ہیں لیکن پھر بھی بے حیائی سے کچھ ایسا اثر کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور اور اسکی جماعت سے استہزا کرنے سے باز نہیں آتے ۔ اور اسطرح اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر انہیں ایمان نہیں ۔ اسکی نظیر انکا وہ تازہ اشتہار ہے جو منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کی موت پر اس نے شایع کیا ہے ۔

منشی الٰہی بخش کے نام سے الحکم کے ناظرین خوب واقف ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے موسیٰ ہونیکا دعویٰ کیا تھا اور اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں صراحتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی ہلاکت کی پیشگوئی کی تھی مگر باوجودیکہ وہ اچھا خاصہ موٹا تازہ مضبوط آدمی تھا اور حضرت مسیح موعود سے عمر میں بھی کم تھا پھر بھی اپنی اس قسم کی پیشگوئیوں کیوجہ سے حضرت مسیح موعود کا فدیہ ہوگیا اور صادق کی زندگی میں کاذب طاعون سے ہلاک ہوگیا اس موت نے مراجس کے لئے وہ حضرت مسیح موعود کے حق میں پیشگوئی کرتا تھا ۔ اور پھر اپنے گھر سے باہر منشی عبدالحق کے گھر میں مرا یہ راز ابھی تک نہیں کھلا کہ وہ منشی عبدالحق کے گھر میں کیوں آکر مرا ۔ دو صورتوں میں کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے یا تو یہ کہ ورثاء منشی الٰہی بخش نے تیمارداری کا کوئی اسکے لئے انتظام نہ دیکھا یا ہو اور یا یہ کہ منشی عبدالحق کے گھر میں ہی یکایک ایسے بیمار ہوئے کہ اٹھ نہ سکے اور شدید العذاب نے ایسا پکڑا کہ ہوش ہی نہ رہی کہ کہاں جائیں ؟ بہرحال یہ امر منشی عبدالحق ظاہر کر دیگا ۔ لیکن ہمیں کوئی کلام نہیں کہ وہ طاعون سے عبدالحق کے گھر مرا اور اسطرح صادق کی صداقت پر اپنی موت سے مہر کر گیا اسیطرح جسطرح اس سے پہلے اس کے امثال نے کی ۔

حافظ محمد یوسف کو اس موت سے سبق لینا چاہیے تھا اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر خدا کے برگزیدہ کو مان لینا مناسب تھا مگر ازلی شقی دوست اور مخلص کی موت کو ہنسی کا ذریعہ قرار دیتا ہے جس سے اسکی قساوت قلبی کا پتہ لگتا ہے ۔ چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل نوٹس شائع کیا ہے ۔

قابل توجہ مرزا صاحب و مرزائیاں

میں کل ۸ ؍ اپریل کو وقت ۱۰-۱۱ بجے دن کے سنا کہ منشی الٰہی بخش صاحب لاہور مصنف عصائے موسیٰ ملہم ربانی آج رات کو اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے دلکو سخت صدمہ پیدا ہوا اسی وقت سے رنج اور غم میں مبتلا ہو گیا ۔ رات کو بعد نماز عشاء اسی غم میں سو گیا بعد ۲ بجے رات کے آنکھ کھلنے کے بعد غنودگی میں ایسی رضائی میں پڑا ہوا تھا معلوم ہوا کہ مولوی برہان الدین جہلمی اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور ایڈیٹر اخبار البدر مرزائیوں کو بسبب تقلید مرزا قادیانی کے نہایت سخت عذاب کر رہے ہیں اور وہ لوگ زبانی ہو کے انکار کر رہے ہیں اسواسطے مرزائیوں کی نسبت شہادت لینے کے واسطے منشی الٰہی بخش صاحب برگزیدہ بارگاہ سبحانی کو نہایت عزت کے ساتھ طلب کر لیا گیا ہے جو کچھ ملہم ربانی منشی الٰہی بخش صاحب مرزائیوں کی نسبت شہادت پیش کریں گے اسیطرح عملدرآمد کیا جاویگا اسواسطے کو سنکر دل کو اطمینان ہو گیا اسواسطے بھائی مرزائیو تمکو اور بالخصوص مرزا صاحب کو آگاہ کرتا ہوں کہ قیامت قریب آگئی ہے ۔ مگر ابھی تک دروازہ رحمت کا وا ہے قبول ہونے توبہ کے کھلا ہے مرزائیوں کو لازم ہے کہ جلد توبہ کریں اور تقلید مرزا سے علیحدہ ہو جائیں ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوگا میں صرف بطور خیرخواہی کے آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں پہلے ہی بذریعہ تبلیغ الوثیق اور کھلے خط کے اطلاع دیگئی ہے اور پھر تبلیغ کرتا ہوں آیندہ اختیار ہے ۔

حافظ (محمد یوسف پنشنر از امرتسر) ۹ ؍ اپریل ۱۹۰۷ء

اس نوٹس میں ایک طرف تو حافظ صاحب منشی الٰہی بخش کی موت پر سخت رنج و غم میں اپنا مبتلا ہونا ظاہر کرتا ہے اور اسے ملہم ربانی قرار دیتا ہے دوسری طرف اسے ہنسی کرتا ہے جبکہ وہ ایک موت کو واسطے شہادت کا باعث قرار دیتا ہے ۔ ناظرین اس مقام پر خوب غور کریں کہ کیا عرف عام میں جب کوئی شخص شہادت ادا کرنے جایا کرتا ہے تو اس کے رفقاء کو صدمہ اور رنج اور غم بھی ہوا کرتا ہے ؟ اور وہ واپس نہیں آیا کرتا ؟

قاعدہ متعارفہ تو یہ نہیں غالباً منشی الٰہی بخش صاحب پر حلف دروغی کا مقدمہ قائم ہو گیا ہے ۔ کیونکہ بقول حافظ صاحب وہ مرزائیوں کے خلاف شہادت دینے گئے ہیں ۔ اور چونکہ واپس نہیں آسکے ۔ اس لئے قرین قیاس یہی امر ہے کہ انہوں نے ... اور ... اور اسکے گواہ دوسرے ... ہیں کہ جن مرزائیوں کے خلاف انکی شہادت ہے انکو تو اس جہان سے رخصت ہوئے عرصہ گذر گیا ۔ اب تک منشی الٰہی بخش کا شہادت کے لئے نہ جانا ظاہر کر رہا تھا کہ وہ سمن آسمانی کی تعمیل سے بھاگتے پھرتے رہے ہیں اور اسوقت ہی ۸ ؍ اپریل کو بھاگ کر منشی عبدالحق کے مکان میں چھپے ہوئے تھے کہ یکایک طاعونی وارنٹ کے ذریعہ بلا ضمانت گرفتار ہو کر حاضر کئے گئے ۔ اور ان مفتریات کے لئے جو انہوں نے عصائے موسیٰ میں کی ہیں ان پر مقدمہ ہو گیا ہو تو تعجب نہیں ۔ حافظ صاحب خود تشریف لیجائیں اور شریک حال ہوں ۔ اور جس عزت کے ساتھ انکو بلایا گیا ہے حافظ صاحب بھی اسی عزت سے جانے کی درخواست کر دیں ۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ نصاب شہادت پورا ہو جائیگا اور اگر حافظ صاحب اس شہادت کے لئے جانے سے گریز کریں تو اپنے دوستوں عبدالحق یا ثناء اللہ میں سے کسیکو بھیج دیں کیونکہ ثناء اللہ تو اس امر میں مشتاق بھی ہے ۔ کرم الدین کے مقدمہ میں بھی گواہ ہو کر گیا تھا ۔ اسکو بھی چلا جاوے ۔ وہ مولوی فاضل بھی ہے اسکی شہادت شاید بہت معتبر ہو ۔ حافظ صاحب ان بزرگوں سے پوچھ کر بتائیں کہ کب تک تشریف لیجائینگے ! مگر حافظ صاحب کو ضرور جانا چاہیئے تاکہ وہ واپس آکر اس روئداد کو شائع کر دیں یا ... محمد الدین حکیم کو سے جائیں ۔

بہرحال

یہ تو حافظ صاحب کی شوخی اور بے حیائی پر ایک ریمارک ہے ۔ مگر حافظ کی اس تحریر کو پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو نہ خدا پر ایمان ہے اور نہ قرآن کریم پر اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اس کے دل میں ہے ۔ ورنہ وہ ایسی بے حیائی اور ہنسی سے کام نہ لیتا ۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر کس قدر اعتراض وارد ہوتے ہیں کیا وہ خدا جو سمیع بصیر خبیر بما تعملون ۔ علیم بالذات الصدور ہے اس سے حضور کی کوئی امر مخفی اور پوشیدہ ہو سکتا ہے ؟ اے عقل و ایمان کے دشمن ! ذرا ... حافظا ! دیکھ تیری ہنسی خدا کے مامور و مرسل اور اسکی جماعت سے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور تیرے اس جرم کی سزا العزیزات قرآنی میں کیا لکھی ہے ۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

اور پھر دوسرے مقام پر سورہ کہف کے آخری رکوع میں فرمایا۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝

اور پھر یہ تو بتا کہ جب الٰہی بخش کی شہادت کی اس مقدمہ مرزائیاں میں عدالت ربانی میں ضرورت تھی تو مرزائیوں کو عذاب کس بنا پر ہو رہا تھا؟

پس یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو تیرے اعتقاد کے موافق معاذ اللہ خدا ظالم ہے اور یا تو اس افترا بازی میں نہایت بے باک ہوگیا ہے اور خدا اور اس کے فرشتوں پر بھی افترا کرتا ہے۔

او ناعاقبت اندیش! اسیہ باطن!!! انبیاء و رسل کے دشمن!! دیکھ!!! تیرا یہ حملہ کس پر ہوتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ علیم بالذات الصدور کی شہادت کافی نہیں کیا تو نے نہیں پڑھا کفی باللہ شہیدا۔ کیا ملائکہ المقربین کی شہادت کافی نہیں جو الٰہی بخش کی حاجت پڑی۔

یہ قصہ تو نے محض ہمارا دل دکھانے اور الٰہی بخش کی طاعونی موت کا داغ ندامت مٹانے کیلئے گھڑا ہے تیرا یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور اس کے لئے تو جوابدہ ہے میں تیرے مذاق کے موافق تیرے اس اشتہار پر ایک اور پہلو سے بھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں کیونکہ لات کے بھوت بات سے نہیں مانا کرتے اگر تو بالکل کور وکر نہیں ہوگیا تو کیا عجب تجھے فائدہ پہونچے +

اگر حافظ صاحب کا حافظہ دروغگو را حافظہ نباشد کا مصداق نہیں تو امید ہے انہیں جلد ہوش آجائیگی۔ یکم جولائی ۱۹۰۰ء کو اتمام حجت کی غرض سے معراج یوسفی نام ایک اشتہار ہماری طرف سے شایع کیا گیا تھا اور اس میں یہ کشف حافظ صاحب کا لکھا گیا تھا جسکی تردید آجتک حافظ جی نے نہیں کی۔ اور وہ یہ ہے۔

"میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ فرشتے پہلے آسمان پر مجھے لے گئے پھر دوسرے آسمان پر لے گئے یہانتک کہ ساتویں آسمان تک پہونچا دیا پھر عرش معلی کے قریب مجھے کیا وہاں اللہ جلشانہ کی تجلی مجھ پر ہوئی اس تجلی میں سے اللہ جلشانہ کی آواز آئی اور خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ کسی فرشتے کے اپنی زبان مبارک سے مجھے فرمایا کہ میں نے اپنے بندہ مرزا غلام احمد کو بھیجا ہے کیوں لوگ اسکا انکار کرتے ہیں اور کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ اس نے شریعت پر کیا بڑھایا؟ صرف متشابہات پر گفتگو کرکے ان کو حل کیا ہے میں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے اور پھر آواز آئی کہ جو لوگ مرزا غلام احمد کا انکار کریں گے وہ ہمارے عذاب میں مبتلا کئے جاویں گے"

یہ تو آپ کا کشف ہے اور خدا تعالیٰ کی آواز کو بلا واسطہ آپ نے سنا۔ سات سال کے قریب ہونیکو آئے یہ کشف شایع کیا گیا اور آپ نے اسکی تردید نہ کرکے اسکی سچائی کو تسلیم کر لیا۔ اور پھر آپ نے دیکھ لیا کہ منکروں کا کیا حال ہوا؟ اوروں کو جانے دیجئے خود آپ نے ہی اپنی ذات پر بہت کچھ دیکھا۔ بیٹا مرگیا۔ کچھ دنوں اندھے ہونے کے دکھ سہے۔ پھر بھائی کو لاولد اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا۔ اور اب رفیق الٰہی بخش کو طاعونی موت سے مرتے دیکھا۔

اور دوسرے منکر جو مرزا جیکے مرتے ہیں وہ تو الگ ہے۔ اب آپ کے اس کشف کے ہوتے ہوئے کیونکر یقین کر لیں کہ الٰہی بخش شہادت دینے گیا ہے کیوں یہ

قرار نہ دیا جاوے کہ وہ پکڑے گئے ہیں۔ اور اسپر ایک اور عظیم الشان تحدی زبردست گواہ ہے۔ اور یہی صورت واقعہ معلوم ہوتی ہے۔ اسکی کسیقدر تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود کو طاعون کی شدت کا الہام ہوا تو ساتھ ہی یہ بھی الہام ہوا تھا لولا الاکرام لھلک المقام یعنے اگر میری عزت اور اکرام کا پاس نہوتا تو قادیاں کو بھی ہلاک کر دیا جاتا۔ اس پیشگوئی کو کثرت سے شایع کیا گیا اور لاہور میں شدید طاعون پھیلنے کی پیشگوئی کیگئی چنانچہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء کے الحکم کے ذریعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے اس پیشگوئی کو پرزور تحدی کے ساتھ شایع کیا۔ اور اسمیں منشی الٰہی بخش اور عبدالحق وغیرہ پر ان الفاظ میں اتمام حجت کیا۔

"حضرت ممدوح نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لاہور اور اسکے مثل وہ مقامات جنہیں ائمۃ الکفر رہتے ہیں طعمہ طاعون ہونیسے ہرگز نہ بچیں گے اور حضرت ممدوح نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک ہی راستباز ہوگا اسجگہ کو خدا تعالیٰ اس مشتعل غضب سے بچا لیگا اور حضرت ممدوح بڑے زور سے دعوے کرتے ہیں کہ ان مقامات میں جنکی نسبت وہ خدا کے غضب کی پیشگوئی کرتے ہیں ایک ہی راستباز نہیں بلکہ راستی کے مکذب ہیں اور ایک بھی دل نہیں جسمیں حقیقی تقوے اور طہارت ہو تو اب لاہور کے غربا علماء اور پبلک کا فرض ہے کہ اپنے علماء فضلا حکما اور ملہموں کے پاس جاکر عرض کریں خصوصاً منشی الٰہی بخش عبدالحق سے باصرار کہیں کہ وہ بھی بالمقابل ایک پرزور پیشگوئی کر دیں کہ لاہور ضرور ضرور محفوظ رہیگا اور اپنی شفاعت اور راستی کا اسطرح ثبوت دیں میاں الٰہی بخش اپنی کتاب میں دعوے کرتے ہیں کہ بارش کیطرح الہام انپر برستے ہیں اب وہ ایک ہی الہام لاہور کے حق میں کر دیں۔ اب تو خداوند غیور نے فیصلہ کی بڑی آسان اور سیدھی سڑک طیار کر دی ہے اور صدق وکذب کا واضح معیار بر روئے کار آنے کے قریب ہوگیا ہے اس بیہودہ طومار میں جو داستان امیر حمزہ سے زیادہ دلچسپ اور مفید نہیں اس آسمانی سلسلہ کی تردید کے لئے الٰہی بخش نے بڑی زحمت اٹھائی ہے مگر وہ کمزور کاغذ کہاں روک سکتے تھے اس ترقی کے طوفان کو جو خدا کی اپنی مرضی اور تائید سے چل رہا ہے اور ہزارہا آدمی اسوقت سے اس پاک سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں اب بڑا آسان اور صاف فیصلہ ہے کہ خدا کا مسیح اپنے صدق وحقیت کا معیار اس پیشگوئی کو ٹھہراتا ہے لہذا ان صدق کے مکذبوں کا ہر طرح سے فرض ہے کہ اسکی تکذیب کیلئے جان توڑ کر لڑیں۔

عصائے موسیٰ کا مصنف اسوقت اپنی شدومد سے یہ الہام شایع کر دے کہ قادیاں کے بغیر کے دعویٰ کے ساتھ لاہور طاعون کی دست درازی سے بچ رہیگا پیشتر اسکے کہ

الٰہی بخش ملہم اور صادق اس میں ہے

اگر الٰہی بخش لاہور کے بچاؤ کی پیشگوئی نہیں کرتا تو وہ بڑی صفائی سے جائز رکھتا ہے کہ وہ کاذب اور تقویٰ اور تقرب الٰہی سے محروم مشہور ہو جاوے اور عوام کالانعام میں محسوب ہو یا زیادہ سے زیادہ جعفر زٹلی ثانی سمجھا جاوے جسکا آسمان سے کوئی تعلق نہیں"

اس تحدی کو شایع ہوئے پانچ برس گذر گئے۔ اور منشی الٰہی بخش کو جن الفاظ میں غیرت دلائی گئی ہے وہ ناظرین کے سامنے ہیں وہ شخص جو موسیٰ ہونیکا مدعی ہے اور جو کہتا ہے کہ بارش کیطرح اسپر الہام برستے ہیں ایسے مقابلہ کیوقت اس کا فرض تھا کہ وہ اپنی تقویٰ اور تقرب الٰہی کے ثبوت کے لئے خاک پر گر گر کر خدا کے حضور دعائیں کرتا اور اپنی شفاعت اور راستی کا بیّن ثبوت چاہتا اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان غیرت دلانیوالے الفاظ کو سنکر اور پڑھکر دعائیں نہ کی ہونگی؟ ضرور وہ اور اس کے رفیق

ناک رگڑتے رہے ہونگے مگر

مادعاء الکافرین الا فی ضلال

انکی دعائیں انکے ہی منہ پر ماری گئیں۔ اور لاہور کی حفاظت تو درکنار اپنی حفاظت کا بھی وعدہ نہ ملا۔ ورنہ ناممکن تھا کہ وہ شور نہ مچاتے اور شایع نہ کرتے کیونکہ اس تحدی کے مقابلہ میں ناکام رہنے کا نتیجہ یہ قرار دیا گیا تھا کہ اگر الٰہی بخش لاہور کے بچاؤ کی پیشگوئی نہیں کرتا تو وہ بڑی صفائی سے جایز رکھتا ہے کہ وہ کاذب تقویٰ اور تقرب الٰہی سے محروم مشہور ہو جائے اور عوام کالانعام میں محسوب ہو یا زیادہ سے زیادہ جعفر زٹلی ثانی کہا جاوے جسکا آسمان سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلئے ایک غیور اور باحمیت انسان کب روا رکھتا ہے کہ وہ کاذب مشہور ہو۔ اور خدا اپنے کسی برگزیدہ کیلئے کب جائز رکھتا ہے کہ ایک مفتری کے مقابل میں صادق ذلیل ہو۔ الٰہی بخش اپنے آپ کو صادق یقین کرتا تھا اور حافظ محمد یوسف اور عبدالحق اس کے گواہان حاشیہ تھے پھر یہ کیا اندھیر پڑا کہ ان تینوں ملہموں کو خدا نے اس تحدی کے مقابلہ میں جو ان کے خیال میں الہام کے موافق معاذ اللہ ایک کاذب کی تحدی تھی محروم کر دیا؟ کیا صادقوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوا کرتا ہے کہ وہ کاذب کے مقابل میں ذلیل ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں اصل یہی ہے کہ وہ صادق نہ تھا صادق خدا کا موعود مسیح ہی تھا۔ اور اسلئے اسکی تحدی کے مقابلہ میں الٰہی بخش کا علم اور اسکی الہامی اور پیشگوئی کی طاقتیں سلب ہو گئیں۔ اور واقعات نے بتا دیا کہ اس کا آسمان سے کچھ بھی تعلق نہیں

پانچ برس تک یہ پیشگوئی شایع رہی الٰہی بخش نے اپنی خاموشی سے خدا کے مامور کی صداقت اور اپنی تہیدستی اور آسمانی تعلقات سے بے نصیب ہونے کی اقبالی ڈگری پبلک کے ہاتھ میں دیدی اور اب لاہور کی شدید طاعون نے اس ڈگری کا اجرا کر دیا اور الٰہی بخش کو طاعونی وارنٹ کے ذریعہ گرفتار کر لیا۔

حافظ صاحب یہ ہے اصل روئیداد مقدمہ کی۔ چونکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے ہی اس تحدی کو شایع کیا تھا۔ اسلئے یہ تعجب کی بات نہیں کہ انکی روح نے جوش مارا ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور الٰہی بخش کے مقدمہ کو پیش کر دیا اور حافظ محمد یوسف کے کشف کے موافق جسمیں خدا تعالیٰ نے انہیں بلا توسط [illegible] بتایا تھا کہ جو لوگ مرزا غلام احمد کا انکار کریں گے وہ ہمارے عذاب میں مبتلا کئے جاویں گے فرد قرار داد جرم لگ کر بلا ضمانت گرفتار ہو گیا۔ اسلئے میں حافظ صاحب کو اس خیال سے کہ وہ موسیٰ کاذب کا متبع ہے یہ آیت سنانی ضروری سمجھتا ہوں جسمیں خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کیا ہے

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

موسیٰ کاذب طاعون کا شکار ہو گیا اور آپ کے کشف کی [illegible] تائید کر دی اور پانچ سال پہلے کی شایع کردہ تحدی اسکی [illegible] اسلئے اب وہ منکروں کی فرد قرار داد جرم کے نیچے ہیں۔ منشی عبدالحق اور حافظ محمد یوسف حق دوستی ادا کرنا چاہیں تو آخری شہادت [illegible] میں جا سکتے ہیں۔ اور چونکہ حافظ صاحب اس اشتہار [illegible] کہلاتے ہیں کہ وہ عزت سے بلائے گئے ہیں۔ اسلئے ممکن ہے وہ خود ہی [illegible] اسی عزت سے جانا پسند کریں بہرحال یہ انکا اختیار ہے۔

بالآخر میں حافظ صاحب کو نہایت خیر خواہی اور سچی ہمدردی سے صلاح دیتا ہوں کہ وہ خدا سے ڈریں اور اس قسم کے ہزل و استہزاء سے باز آجائیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ماموروں اور رسولوں کی بہت غیرت ہوا کرتی ہے وہ پسند نہیں فرماتا کہ انپر ہنسی کیجاوے۔ یہ سچ ہے کہ ہنسی ہوتی ہے لیکن ہنسی کرنیوالوں کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ پس آپ پر چونکہ اتمام حجت ہو چکا ہے اسلئے بہتر ہے کہ خدا سے ڈر جاؤ اور استہزاء کو چھوڑ کر اس نشان پر غور کرو جو آپکے گھر میں صادق کے سچے موسیٰ کاذب کی طاعونی ہلاکت سے ظاہر ہوا ہے۔

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن یارے ٭ غرور از سر برایں روز است اے دانا و ہوشیارے

ایک مطالبہ اور اسکی ادائیگی

مکرمی جناب شیخ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنی اخبار اہلحدیث کی کسی گذشتہ اشاعت میں اس امر کا مطالبہ کیا ہے کہ اسکو بتایا جائے کہ ہمارا امام التوحید حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو امریکہ کے مفتری و مدعی نبوت ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی تھی وہ کب اور کہاں قلمبند کیگئی تھی افسوس کہ اس نجدی پرست نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ میرے اس گستاخانہ مطالبہ کی اس وقت تک کیا وقعت ہو سکتی ہے جب تک کہ سلسلہ احمدیہ کے زبردست اور دنیا بھر کے مشہور رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے فائلوں کی سلسلہ وار پڑتال نہ کیجاوے ہاں اگر اسکی کور باطنی کچھ رہنمائی نہ کرتی تو پھر واقعی اسکو حق پہونچتا تھا کہ آپ یا مکرمی مفتی محمد صادق صاحب سے مطالبہ کرتا اور ضرور کرتا چونکہ وہ ایسا نہیں کر سکا اس لئے میں نے چاہا ہے کہ امرتسری نجدی پرست مولوی کی اطلاع کے لئے اس نوٹس اور چیلنج کا کچھ حصہ پیش کر کے سبکدوش ہو جاؤں جو بہرحال حسب ذیل ہے۔

"یاد رہے کہ میں اس ملک (انڈیا) میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جسکا ڈوئی انتظار کر رہا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس ۲۵ برس کے اندر اندر پیدا ہو جائیگا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا ہے اور وہ میں ہی ہوں ...... اگر ڈوئی اپنے دعوے میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائیگا ...... مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندے کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کیلئے ڈوئی کو تین ماہ کی مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین" (دیکھو ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء)

اب مولوی ثناء اللہ انکار اور تعصب میں جسقدر چاہے ترقی کرے مگر حق و باطل میں جو فیصلہ منظور تھا وہ ہو چکا جسپر ہم فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کیا شان ہے اپنے میں نہیں اس مسیح کی۔ ڈوئی ہی ہے سچائی کو جسکی بتا گیا۔

شاید امرتسری نجدی پرست کو حسب عادت ایسی صاف اور اجلی صداقت میں بھی شک ہی ہو مگر اس (درکتاب صحیح بخاری از عبداللہ بن عمر رض مروی است [illegible] گفت آنحضرت فرمودہ جناب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا و یمننا یعنی اے اللہ برکت فرما در ملک یمن و شام قالوا وفی نجدنا یعنی صحابہ عرض کردند کہ برائے ملک نجد دعا فرمائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار دیگر برائے ملک شام و یمن دعا فرمود لیکن بار دیگر صحابہ برائے ملک نجد بخدمت آنحضرت التماس نمودند [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان یعنی اندروں ملک نجد زلزلہ و فتنہ ہا پیدا خواہند شد [illegible] از انجا امت شیطان) پیشگوئی کے صحت پر تو غالبًا کچھ شک نہ ہوگا بھلا سمجھائیں مولوی ثناء اللہ صاحب فتنہ مذکور کا بقیہ اور یادگار کے طور پر خود موجود ہیں تو پھر انکار و شک کیسے کر سکتے ہیں کیا مولوی ثناء اللہ صاحب بتا سکتے ہیں کہ وہ شیخ عبدالوہاب نجدی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

راقم ناچیز محمد حسین مسافر

احمدیوں کے قتل کا فتویٰ

(سلسلے کیلئے دیکھو الحکم نمبر ۱۱ جلد ۱۱ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

میرے مضمون کے جواب میں سرحدی مولوی صاحب بار بار لکھتے ہیں کہ سراج الملت والدین نے یہ کام بہت اچھا کیا۔ مگر میں حیران ہوں کہ یہ نام یا خطاب انکو کس نے دیا ہے خدا فرماتا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم یعنی خدا کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہیں جو زیادہ پرہیزگار ہیں۔ مگر کیا یہ امیر صاحب کی نسل کا نام ہے یا خطاب ہے۔ تو وہ ہے جو کہ خدا تعالیٰ دے یا آنحضرت کا رسول یا دنیا وی خطاب ہے تو بادشاہ ہوتے ملتا ہے جیسے کہ انگریزی امیر صاحب کو خطاب عطا ہوا اور وہ خطاب نہ رو گیر کے مطابق ہے۔ کیا امیر صاحب کو الہام کے ذریعہ سے یہ خطاب ملا ہے۔ یا حدیث میں انکی بابت کوئی اشارہ ہے یا آپ لوگوں میں سے کسی کو خدا کی طرف سے ایسا اشارہ ہوا ہے کہ امیر صاحب سراج الملت والدین ہیں یا قرآن حدیث میں کسی بادشاہ کو ان الفاظ سے پکارا گیا ہے اور دوسرے یہ کہ سراج کا لفظ تو آنحضرت کا نام ہے جب آپ لوگ مسیح کے نام سے اسقدر چڑتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے مسیحائی کے دعوے پر آپ آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں اور اس قدر گھبرا گئے ہیں جسکی کوئی حد نہیں۔ اور وہ کتابیں جو انکے برخلاف لکھی گئی ہیں اور وہ تقریریں جو کہ انکے مقابل میں کی گئی ہیں انہیں گالیوں کی ایسی بوچھاڑ لگی ہے کہ گویا سمندر کا طوفان ہے جو کہ اندا چلا آتا ہے مگر ایک دنیاوی بادشاہ کو بغیر قرآن و حدیث کے ارشاد کے سراج الملت والدین کہنا کچھ بھی ناگوار نہیں گزرا۔ والا کہ حضرت مسیح نے تو مسیحائی کا دعویٰ کیا تھا اور سراج کا وہ خطاب ہے جو کہ خدا نے نبی کریم کو عطا فرمایا ہے۔ پس اس کا سوائے اسکے کیا سبب ہو سکتا ہے کہ اس کے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی لالچ اور مال کی طمع ایسا کام کرنے کے لئے آپ کو مجبور کر رہی ہے۔ گو مجھے شبہ ہے کہ آپ کو اس مضمون کے بدلے میں امیر سے تو کچھ ملا ہوگا اور جو خدا سے علاوہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔ انما ھی اعمالکم ترد علیکم اس کے آگے چلکر راقم مضمون لکھتا ہے کہ امیر صاحب اپنی ذاتی اور جبلی ہر دلعزیزی کو کام میں لاکر اس حدیث کے حکم کا برخلاف کسطرح کر سکتے تھے یعنی جبکہ حدیث صاف طور سے مرزائیوں کا قتل جائز بتلاتی ہے تو اب قرار دیتی ہے تو کیونکر امیر صاحب انکی قتل سے اپنے ہاتھ کو اسلئے روک دیتے کہ انکی ذاتی اور جبلی ہر دلعزیزی اس کے برخلاف تھی لیکن افسوس شائد راقم مضمون کو وہ حکم یاد نہیں جو کہ امیر صاحب نے دہلی کے دربار کے موقعہ پر دیا تھا کہ کوئی گائے ہمارے لئے ذبح نہ کیجائے کیونکہ اس سے مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں اور ہندؤوں کی دلشکنی ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ صاف طور سے فرماتا ہے کہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ تم گائے کی قربانی کرو۔ اور یہ حکم اسوقت دیا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل ایک ایسے ملک میں تھے جہاں گائے کی پوجا کیجاتی تھی۔ اور ایسا کرنے سے وہاں کے باشندوں کی دلشکنی ہوتی تھی۔ مگر خدا نے پھر بھی حکم دیا کہ گائے کی قربانی کرو۔ کیا امیر صاحب خدا تعالیٰ کی غلطی نکالتے ہیں اور وہ کام جو اس نے جائز رکھا اسکو ناجائز قرار دیتے ہیں افسوس کہ اس موقعہ پر تو امیر صاحب اپنی ذاتی اور جبلی ہر دلعزیزی کے تابع ہو گئے اور عبد اللطیف کو شہید کرتے وقت تابع نہ رہ سکے اور پھر کونسا حکم پورا کیا وہ جو کہ نہ تو قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ حدیث جس سے کہ راقم مضمون احمدیوں کے قتل پر دلیل پکڑتا ہے خارجیوں پر پوری ہو چکی اور اسپر صحابہ اور محدثین کا اجماع ہے۔ پھر بار بار اس حدیث سے استدلال کرنا اسکی شوخی پر دلالت کرتا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اسی باب میں اسی

حدیث کے متعلق صاف لکھا ہے کہ یہ خوارج کے متعلق ہے اور لکھا ہے کہ وہ اعراف سے پیدا ہونگے پھر بار بار اس کے دوسرے معنے کرنا سخت بے باکی اور دلیری ہے۔

سرحدی مولوی کا یہ لکھنا کہ اس فرقہ کا کابل میں پہنچنا پہلی ہی دفعہ ہوا تھا۔ بالکل غلط اور صریح بے بنیاد ہے کیونکہ قریباً تین سال پیشتر اس واقعہ کے صاحبزادہ صاحب کا ایک شاگرد مولوی عبد الرحمن بھی اسلئے قتل کیا گیا تھا کہ وہ جہاد کا منکر اور مرزا صاحب کا مرید تھا۔ پس یہ بات کہ پہلی دفعہ ہی یہ سلسلہ وہاں پہنچا تھا خلاف واقعہ ہے۔ اور اگر پہلی دفعہ ہی ہوتی تو ممکن تھا کہ یہ خیال کیا جاتا کہ امیر صاحب نے بے سوچے سمجھے صاحبزادہ عبد اللطیف کو قتل کروا دیا لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہی نہیں کیونکہ مولوی عبد الرحمن صاحب حسب الحکم مولوی عبد اللطیف کے یہاں آیا کرتا تھا۔ اور واپس جاکر یہاں کے حالات سے مولوی صاحب کو واقف کیا کرتا تھا اور جب امیر صاحب کے والد امیر عبد الرحمن کو یہ معلوم ہوا کہ یہ اس گروہ میں سے ہے جو کہ جہاد کا منکر ہے تو اس نے اسکو قتل کروا دیا۔

آگے چلکر راقم مضمون پھر ایک حدیث صحیح مسلم کی بیان کرتا ہے کہ من اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیعا فاضربوہ بالسیف کائنا من کان یعنے جو شخص اس امت میں نفاق ڈالتا ہے اور امت میں اتحاد اور جمعیت ہو تو خواہ وہ کوئی ہو اسکو قتل کر دو۔ اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی پہلی حدیث کیطرح اسی زبان سے کام لیا گیا ہے جو خود زبان سے چلا گیا ہے اور اپنا قائم مقام چھوڑ گیا ہے کیونکہ یہاں صاف طور سے لکھا ہے کہ قوم متفق ہو اور یہ حدیث بخوبی ہے مروی ہے اور بخوبی نے اس حدیث کو دوسرے موقعہ پر اسطرح بیان کیا ہے کہ امرکم جمیعا الی رجل واحد یعنی تم ایک شخص کے ماتحت ہو اور ایک تمہارا امام ہو اور دیکھنا چاہیئے کہ امامت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک دنیاوی اور ایک دینی سو اسوقت تم لوگوں کا نہ دینی طور پر کوئی امام ہے اور نہ دنیاوی کیونکہ دنیاوی طور پر ایک بادشاہ نہیں کچھ عیسائیوں کے ماتحت ہو اور کچھ ہندوؤں کے اور کچھ اپنے ہم مذہب بادشاہوں کے اور دوسرے دینی امامت سو اس میں بھی تم لوگ متفرق ہو۔ تمہارا کوئی امام نہیں اول تو تمام مسلمانوں کا ایک امام ہوتا مگر وہ نہ سہی ہر ایک فرقہ کا ایک ایک امام ہوتا تب بھی بات تھی کہ ایک ایک امام کے ماتحت سب امن سے زندگی بسر کر رہے تھے اور احمدیوں نے آ کر خلل ڈالدیا حالانکہ اسوقت ہمارے کچھ مخالف ہیں ایک شیعہ سو انکا بھی کوئی امام نہیں ہے بعض کا امام تو گیارہ سو برس سے غائب ہے بعض کا انتظار میں ہیں اور بعض اوتاروں کے قائل ہیں جیسے آغا خانی اور بعض ابھی موجود نے جیسے زیدی پھر خوارج سو ان میں بھی کوئی امام نہیں مقلد ہیں تو وہ بھی بغیر امام کے ہیں متصوف گدی نشین ہیں تو وہ متفرق اور بلا امام کے ہیں پھر امراء کا گروہ ہے جو کہ اسباب سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں گورنمنٹ ہم سے ناراض نہ ہو جائے یا ترقی نہ رک جائے ہماری مخالفت کرتا ہے حالانکہ گورنمنٹ کے سایہ میں ہم امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ملکہ قیصرہ کو تبلیغ کرنے پر اس نے بھی ہم کو کچھ نہیں کہا پس یہ انکا گمان محض فرضی ہے اور دیکھا جائے تو ان لوگوں کا بھی کوئی امام نہیں پس جتنے ہمارے مخالف ہیں سب بغیر امام کے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا فلاں امام ہے پس یہ حدیث قطعاً اسوقت کے مسلمانوں پر نہیں لگ سکتی کیونکہ وہ متفرق ہیں اور اس بات کے برخلاف احمدی ایک امام کو مانتے ہیں اور اسکا جو کچھ حکم ہو اسکو ماننے کے لئے تیار ہیں پس ہمارے برخلاف کارروائی کرنا گویا کہ جماعت میں خلل ڈالنا ہے۔ اور ہمارے مخالف تو خود ہی متفرق ہیں انمیں نفاق پیدا کرنے کیا معنے ہیں مولوی صاحب کیا آپ سنت والجماعت ہیں ذرا انصاف سے غور کرو جب تمہارا کوئی امام ہی نہیں تو جماعت کہاں اور سنت کا اتباع کیا تمہارے بزرگ وقتاً فوقتاً امام بناتے رہتے تھے مگر اب تم نے اس کو ترک کر دیا اسلئے اب تم نہ سنی ہو اور صاحب جماعت۔ پھر آگے چلکر لکھا ہے کہ یہ جو لکھا ہے کہ جہاد کے انکار کے بدلے اور گورنمنٹ کو تکلیف سے بچانے کے لئے جو اس نے

کوشش کی یعنی مولوی عبد اللطیف صاحب نے اور اس کے بدلہ میں وہ قتل کئے گئے یہ احمدیوں کی عادت کے مطابق صریح جھوٹ اور سیاہ جھوٹ ہے؎ مگر افسوس کہ یہ بات لکھتے وقت راقم مضمون کو وہ شہادت یاد نہیں رہی جو کہ گورداسپور میں مولوی ابو الوفا ثناء اللہ نے دی تھی اور جسکو اب بھی ہم پیش کر سکتے ہیں جس میں کہ وہ جھوٹ کو جائز بتلاتے ہیں اور خود راقم مضمون نے خواہ وہ کوئی سرحدی مولوی ہے یا ایڈیٹر یا نائب ایڈیٹر بھی اس مضمون میں وہ جھوٹ بولا ہے کہ خدا کی پناہ اور نیز جھوٹ باندھنا الگ ہا خود نبی کریم پر جھوٹ باندھا ہے کہ انہوں نے فلاں حدیث احمدیوں کے لئے ہی بیان فرمائی تھی حالانکہ انہوں نے عراق کیطرف اشارہ بھی کیا کہ اس ملک میں یہ قوم پیدا ہوگی اور ابو سعید رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسکو پورا ہوتے دیکھا اور پھر دوسری حدیث بھی جھوٹے طور سے پبلک کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کی ہے کیونکہ عام مسلمانوں کا کوئی امام نہیں اور ہمارا امام ہے اور ہم نے نفاق کو مٹایا ہے کیونکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے جھنڈے کے نیچے عیسائی۔ آریہ۔ سکھ۔ شیعہ مقلد غیر مقلد اور صوفی وغیرہ وغیرہ جو متفرق تھے ایک جماعت کی صورت میں امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور تم لوگوں میں وحدت کب ہوئی تھی کیا اخراج الوہابیین من المساجد کی کتابیں نہیں لکھی گئیں اور وجودیوں اور شہودیوں کا جھگڑا نہیں اور اس تفرقہ کی وجہ سے کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ انہیں سے ایک دوسرے پر حملہ نہ کرتا ہو پس آپ نے خود ان حدیثوں کے استعمال کرنے میں وہ جھوٹ بولا ہے کہ جسکی کوئی انتہا نہیں اور آپکے ہی مولویوں کے بیان ہیں کہ جھوٹ جائز ہے جسکی وجہ سے سشن جج صاحب بہادر کو بھی لکھنا پڑا کہ اگر یہ الفاظ کذاب وغیرہ سے بڑھکر الفاظ بھی استعمال کئے جاتے تو درست تھا۔ پس جھوٹے ہم ہوئے یا آپ۔

پھر آگے چلکر آپ لکھتے ہیں کہ جہاد ایک فوری جوش ہے اور جہاد کے لئے فتووں سے مصنوعی جوش پیدا کرنے کی کوشش کیجائے ناکامی ہوتی ہے اور پھر لکھا ہے کہ امیر صاحب کو اسکی کیا ضرورت ہے کہ وہ جہاد کے متعلق کوئی فتوے دیں مگر افسوس کہ اس موقعہ پر بھی راقم مضمون نے تعصب سے کام لیا ہے کیونکہ اگر جہاد ایک فوری جوش ہوتا ہے تو آنحضرت نے جہاد کے لئے امام کی شرط کیوں رکھی ہے اور الامام جنة یقاتل من وراءہ کے کیا معنے ہیں کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اگر ایک شخص کو گاؤں سے دو کوس پرے ایسے حالات معلوم ہوئے جن سے کہ اس کو جوش آگیا تو کیا وہ امام سے پوچھتا پھریگا اور اسے اپنے ساتھ لیکر آئیگا اور اگر پوچھنے جائیگا۔ تو فوری جوش کی بات غلط ہو جاتی ہے۔ حالانکہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ امام کے بغیر کوئی جہاد نہیں جب تک وہ ایک امام تجویز کریگا اس وقت تک تو جوش مدہم پڑ جائیگا پس یہ فوری جوش والی بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو خدا نے مومنین کو جہاد کے لئے کیوں ابھارا ہے اور یہ گویا کہ خدا کا فعل عبث تھا کیا نعوذ باللہ۔ فاقتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم آپ کے نزدیک ایک فتویٰ ہے جو ناکامی کا باعث ہے۔ اور جسکا کوئی اثر نہیں۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ بلکہ فتووں سے درحقیقت جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہی ہو جاتا ہے جیسا کہ سرحد پر ہوتا ہے مولویصاحب آپ کیطرح حدیثوں کو غیر محل استعمال کرکے لوگوں کو جہاد کے لئے ابھارتے ہیں اور انہیں جوش پیدا کر دیتے ہیں جسکی وجہ سے ہماری مہربان گورنمنٹ کو بعض اوقات تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں اور جوش کے مٹ جانیکی مثال ہمارے پاس ہے۔ اور وہ ہمارے امام کی تحریریں ہیں جن سے کہ سرحد پر بہت کچھ فائدہ ہوا ہے جیسا کہ پایونیر کا ایک پچھلا آرٹیکل مظہر ہے کہ مرزا صاحب کی تحریروں کا جہاد کے برخلاف لوگوں پر بہت کچھ اثر پڑا ہے اور اسپر گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی ہے کہ آپ کی تحریروں کے پھیلانے میں

ودہ دکرے پس یہ ضروری بات ہے کہ جہاد کا جوش پیدا بھی کیا جا سکتا ہے اور سنایا بھی جا سکتا ہے کیونکہ جسطرف کے دلایل زبردست ہونگے انکا اثر لوگوں پر ضرور پڑیگا اور پھر امیر عبد الرحمٰن صاحب کا جہاد کے متعلق کتاب لکھنا ظاہر کرتا ہے کہ انکا بھی عقیدہ تھا کہ جہاد کا جوش فتووں سے پیدا ہو سکتا ہے تبھی تو انہوں نے لکھا کہ جہاد نہ صرف مذہبی طور سے ہی ایک بہت عمدہ بات یا فرض ہے بلکہ ملکی معاملات کے سبب سے بھی ایک اعلیٰ کام ہے اور یہ لکھتے ہوئے انہوں نے اپنی ہمسایہ طاقت کی تکلیفوں کا کچھ بھی خیال نہ کیا جس نے کہ انکو تخت پر بٹھانے میں مدد دی تھی پس اگر جہاد کا جوش فتووں سے نہیں پھیل سکتا تو امیر صاحب کے والد پر بھی ایک لغو کام کرنیکا الزام آتا ہے اسلئے چونکہ تمام باتوں کا جواب دے چکا ہوں اسلئے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مگر آخر میں گورنمنٹ انگریزی کو اسقدر توجہ ضرور دلانا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کا ایسا خطرناک عقیدہ ہے کہ وہ صرف کچھ مذہبی اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کے ہی ایک فرقہ کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہی نہیں۔ بلکہ اسپر زور دیتے ہیں اور عام مسلمانوں کو ثواب کی جھوٹی لالچ دلاکر آمادہ کرتے ہیں کہ ان کے قتل سے خدا خوش ہے اور رسول کی اطاعت ہے اور حالانکہ وہ فرقہ یعنی احمدیہ فرقہ خدا کو واحد مانتا رسول کریم پر ایمان لاتا اور جملہ احکام اسلام پر عمل کرنا فرض جانتا ہے۔ اور ان لوگوں سے صرف اس قدر اختلاف رائے رکھتا ہے کہ حضرت عیسےٰ نبی کریم کی طرح وفات یافتہ ہیں اور وحی اور الہام کا سلسلہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت کے لئے ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ اور یہ کچھ ایسا بڑا اختلاف بھی نہیں کیونکہ اکثر آئمۂ اسلام اسی کے قایل ہیں اور اس فقرہ کا ظاہر احکام اسلام پر عمل کرنا تو خود یہ لوگ مانتے ہیں۔ جیسا کہ راقم مضمون نے بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ نمازیں ہم سے اچھی طرح پڑھتے ہیں اور قرآن شریف ہم سے اچھا جانتے ہیں۔ اور ایمان کی بابت تو خدا جانتا ہے کہ یہ مومن ہیں کہ ہم۔ پس جبکہ ہم میں اور ان لوگوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں۔ اور پھر بھی یہ ہمارے قتل پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ تو کسطرح بھی ممکن نہیں کہ یہ غیر مسلمانوں یا کفار کے قتل کو ناجائز سمجھیں۔ بلکہ خونی مہدی کا عقیدہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ درحقیقت ان کے دل ایسی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ کفار کو قتل کیا جائے اور ان کا مال لوٹا جائے۔ اور چونکہ یہ گورنمنٹ کو زبردست دیکھتے ہیں اس لئے ظاہر طور سے اس خیال کا اعلان نہیں کرتے۔ مگر احمدی جماعت کو کمزور دیکھکر انہوں نے صاف طور سے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا جس سے کہ ان کے دلی عقیدوں کا پتہ لگتا ہے۔ اور ہمیشہ تنکے سے ہی ہوا کا رخ دیکھا جاتا ہے۔ پس گورنمنٹ کو ان لوگوں سے ہرگز ہرگز بے فکر نہیں رہنا چاہئے کیونکہ سرحد پر آگے ہی یہ لوگ بہت کچھ کارروائیاں کر رہے ہیں۔ جسکی وجہ سے وہاں کے حکام کو بعض دفعہ تکلیفیں اٹھانی پڑی ہیں۔ والسلام

راقم

میرزا محمود احمد

؎ سیاہ جھوٹ بسلئے کہ جھوٹ تو کبھی سفید ہوتا ہی نہیں وہ تو تاریک چیز ہے اسلئے سیاہ ہے ظلمت کو نور سے کیا نسبت۔

استفسار اور ان کے جواب

نحمدہٗ ونصلی ۔ مکرم بندہ جناب حکیم صاحب دام عنایتکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ براہ عنایت ذیل کے سوال کا جواب بذریعہ الحکم عنایت فرما دیں ۔
خاکسار محمد حسین احمدی ۔

دوسرا خط

مکرمی مخدومی جناب حکیم صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مجھے جو جواب آپ نے قرآن کریم کے حوالے سے دیا ہے لکھکر ارسال کر دیا تھا انکو اس پر یہ اعتراض ہیں ۔ خاکسار برکت علی خاں محرر الحکم قادیاں

الجواب ۔ وباللہ التوفیق ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وھو حسبی ونعم الرفیق ۔

سوال اول خط نمبر ۱ ۔ جناب نے الحکم نمبر ۱ جلد ۱۱ ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء میں سوال نمبر ۱۳ سماع موتے کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ابتداً میں سنتے ہیں ۔ اور اس پر دلیل "فھل وجد تم ما وعد ربکم حقا" دی ہے مگر اسی واقعہ کے متعلق تاریخ کبیر علامہ محمد ابو جعفر طبری صفحہ ۱۳۳۲ میں حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ قول تحریر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد علموا ان ما دعوتھم الیہ حق یعنی انکو معلوم ہو گیا کہ جسکی میں نے دعوت کی تھی وہ حق ہے ۔ اب التماس ہے کہ ان دونو باتوں میں سے کونسی حق بجانب ہے ۔ اگر اول درست ہو تو کیا حضرت عایشہ صدیقہ رضی سماع موتے کی قایل نہیں تہیں (ابتداً میں) اور جب وہ قایل نہیں تو ممکن ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کے قایل نہوں ۔ اور اگر دوم ۔ تو پہلی حدیث جو جناب نے تحریر کی ہے کیسے تسلیم کیجاوے مفصل کیفیت یعنی جواب باصواب سے مشکور فرماویں اور بہتر ہو گا کہ ان دونوں امور پر اچھی طرح بحث کر دیں ۔

جواب ۔ (۱) اول تو معلوم نہیں کہ طبری کی یہ حدیث صحیح ہے یا کیسے
(۲) اگر صحیح مانی جاوے تو ان دونوں حدیثوں میں تعارض کوئی نہیں ۔ ایک میں ہے کہ ان کو میری سچائی کا یقین ہو گیا ۔ دوسری میں ہے کہ جو ملامت میں انکو کر رہا ہوں تمہاری طرح سنتے ہیں ۔ بلکہ آپکی محولہ حدیث میری محولہ حدیث کے موید ہے کیونکہ پوری توبیخ تو اسیوقت ہوتی ہے جب انسان کو اپنی غلطی اور اپنے ناصح کی سچائی کا یقین ہو جاوے ۔
(۳) یا قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَۃَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۔ اے قوم میری البتہ تحقیق پہونچا دیا تہا میں نے تم کو پیغام پروردگار اپنے کا اور خیر خواہی کی واسطے تمہارے ولیکن تم نہیں دوست رکھتے خیر خواہی کرنیوالوں کو ۔
(۴) یا قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَاتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ فَکَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کَافِرِیْنَ ۔ اے قوم میری تحقیق پہونچائے میں نے تم کو پیغام رب اپنے کے اور خیر خواہی کی واسطے تمہارے پس کیونکر غم کہاؤں میں اوپر قوم کافروں کے ۔
غرض اصل مسئلہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث اسکی تفاسیر ہیں ۔ فَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۔
(۵) یہ کوئی ضرور نہیں کہ جس مسئلہ کے حضرت عایشہ صدیقہ رضی یا کوئی اور صحابہ کبار سے قایل ہوں اسکے ضرور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی قایل ہی ہوں ۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ جس مسئلہ کے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم قایل ہوں اس کے صحابہ بلکہ کل مومن قایل ہوں اور ضرور ہوں ۔
(۶) اگر آپ اس جواب کو مفصل نہ سمجھیں گے تو پھر آپ کو دوسری احادیث و تفاسیر متعلقہ کا حوالہ لکہا جاویگا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اسوقت فقیر سہیرہ میں ہے اور یہاں میرا کتب خانہ موجود نہیں ۔

سوال دوم خط نمبر ۲ ۔ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرءۃ کا کیا جواب ہے ۔

جواب ۔ پوری حدیث آپ نے نہیں لکہی یا آپکو نہیں ملی ۔ اصل عبارت حدیث متعلقہ اس مسئلہ کے یہ ہے ۔ لا واللہ ما مست یدہ ید امرءۃ قط فی المبایعۃ یعنے بیعت کرنے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا ۔ سو یہ خاص حالت بیعت کا ذکر ہے عام نہیں ۔ اور اگر عام ہو تو یہ حضرت نبی کریم کی اولاد کیسے ہوئی ید امرأۃ قط عام ہے ۔ اور میں نے آپکو پہلے بھی لکھدیا کہ حضرت امام ہمام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی صرف زبان مبارک سے ہی عورتوں کی بیعت لیا کرتے ہیں ۔
(۲) اس حدیث سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ سوائے اس حالت کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو مس نہیں کیا تھا ۔
(۳) اور اس حدیث سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کسی عورت نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم (ہمہ خیر و برکت) کو کبھی نہیں چھوا تھا حالانکہ اس کے خلاف احادیث موجود ہیں جنکا ذکر عنقریب آتا ہے ۔
(۴) یہ چھونا عورتوں کا یہ فعل رسول نہیں بلکہ تقریر ہے یعنے عورتوں کے چھونے سے انکار نہیں کیا جائز سمجھکر جائز رکھا ۔

سوال سیوم ۔ کیا یہ جوئیں دیکھنے والی زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں یا کوئی اور ہیں

جواب ۔ یہ جوئیں دیکھنے والی زینب اور ہیں بیٹی نہیں ۔
(۲) اگر انکو بیٹی بھی مان لیا جاوے تو دوسری حدیث میں اور اور عورتوں کا بھی ذکر موجود ہے ۔
الف ۔ عن ابن عباس رض .... فاتت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فوجدت عندہ ماشطۃ تمشط راسہ ۔ در منثور جلد ۶ صفحہ ۱۸۰
یعنے تب (خولہ) آئی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تو اس نے دیکھا کہ ایک نائن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کنگھی کر رہی ہے ۔
ب ۔ عن عکرمۃ رضی .... جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... وامرءۃ تفلی راس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او تدھنہ صفحہ ۱۸۱
یعنی آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسوقت ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوئیں دیکھ رہی تھی یا روغن سر مبارک پر مل رہی تھی ۔ یہ احادیث اسبات کی بھی موید ہیں کہ وہ زینب بھی کوئی اور زینب تھی بیٹی نہ تھی ۔

سوال چہارم ۔ قرآن مجید میں کہاں ہے کہ عورتیں امام یا رسول سے پردہ نکریں غیر اولی الاربۃ سے مراد کمزور اور ضعیف العمر مراد ہو سکتے ہیں انبیاء نہیں و اجل نہیں ۔

جواب ۔ آپ نے اپنے سوالات کے جوابات کو شائد غور سے نہیں پڑہا جو الحکم صفحہ ۱۴ نمبر ۸ جلد ۱۱ ۔ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء میں میں نے لکھے تھے لہذا دوبارہ انکی زیادہ تشریح کیجاتی ہے مگر آپ دوبارہ اس جواب کو پہلے جوابوں کے ساتھ ملا کر پڑہیں ۔
اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں احکام حجاب بیان فرماتے ہوئے پردہ کی دو ضرورتوں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اول زنا دوم تہمت زنا ان دونو بدیوں کے دور کرنے کے لئے اول بلا اجازت کسی کے گہر جانے سے روکا دیکھو نمبر ۲ و ۴ کو ۲ ہم دوسرا مردوں کو حکم فرمایا کہ اپنی نگاہیں نیچی رکہیں تاکہ اچانک بلا ارادہ بھی کسی نامحرم پر نگاہ نہ پڑے تیسرا عورتوں کو بھی حکم فرمایا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکہیں تاکہ انکی نگاہ بھی کسی نامحرم پر نہ پڑے چوتھا باوجود ان تاکیدی احکام کے عورات کو اظہار زینت سے خصوصاً منع فرمایا یہانتک کہ چچا اور ماموں سے بھی اظہار زینت منع فرمایا حالانکہ بھتیجی اور بھانجی محرمات ابدی میں سے ہیں ۔ صرف اسلئے کہ ان دونو کی اولاد نامحرم ہے وہ ان کے پاس کہیں تعریف نہ کر دیں جس سے احتمال فتنہ ہے ۔ بلکہ بیگانہ عورت کے آنے سے بھی روک دیا جس سے احتمال ہو کہ کہیں اور جگہ تعریف حسن جمال نہ کرے پانچواں عورتوں کو حکم فرمایا کہ اپنی اوڑہنی اپنی جیبوں پر اوڑہی رہیں ۔ اب اس قانون سے بعض لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا جنسے احتمال زنا یا تہمت زنا عموماً مہذب اقوام میں کم ہے جیسے خاوند باپ بیٹا بھائی وغیرہ ۔

یعنے کم کا لفظ اسلئے لکھا ہے کہ بعض قومیں ایسی بھی ہیں جنکے خاوند اپنی بیاہتی بی بی کو خود بیرج دا تا کے حوالے کرتے ہیں نسل لینے کے لئے بلکہ بیرج دا تا کی خدمت بھی کرتے ہیں بعض قومیں ایسی ہی ہیں کہ انکا جماع اگر اپنی ماں بہن سے واقع ہو جاوے تو وہ اسکو نیکی بطور پر ثواب سمجھتے ہیں۔ بعض قومیں اپنی بہنوں لڑکیوں سے خود زنا کرواکر اپنی معاش کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسلئے ان مستثنیات میں احتمال زنا و تہمت زنا کم ہے قطعاً نیکو نہیں۔

قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ استدلال بالاولی کرتا ہے جیسے فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ [۱۸] یعنے مومن ایسے کام سے جسمیں کوئی فائدہ نہو پرہیز کرتے ہیں۔ اور جس کام میں نقصان ہو اس سے تو بطریق اولی پرہیز کریں گے اور جیسے فرمایا وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ [۱۵] یعنے اپنی ماں باپ کو اُف بھی نکہ۔ تو اس سے معلوم ہوا والدین کو جھڑکنا گالی دینا بطریق اولی منع ہے جبکہ غیر معصوم کو جنسے گاہ گاہ احتمال نقصان بھی ہے مگر بلحاظ عموم بچاؤ کے انکو اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا تو نبی جو معصوم ہے اور متقی جو ادنی گناہ سے بھی ڈرتا ہے اور جس سے قطعاً یقیناً زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں بطریق اولی مستثنے ہیں۔

(۲) غیر اولی الاربۃ میں انبیاء اتقیا داخل بھی ہیں کیونکہ اولی الاربہ کے معنے ہیں شہوانی آدمی اور غیر اولی الاربہ غیر شہوانی اور یہ مسلم بات ہے کہ انبیا اتقیا شہوانی یعنے شہوت پرست نہیں ہوتے اور قطعاً نہیں ہوتے (۳) غیر اولی الاربۃ کے معنے ہیں بقول ابن عباس عفیفہ عورتیں شرم نہ کریں۔ درمنثور جلد ۵ صفحہ ۴۳ انبیا اتقیا کی عصمت پر چونکہ عورتوں کو کامل یقین ہوتا ہے وہ انسے حجاب اور حیا نہیں کرتیں اسیواسطے بطور تبرک یا خدمت وہ مس بھی کرتی ہیں (۴) خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل گواہ ہیں دیکھو حدیث غزوہ خیبر جسمیں عورتیں مجروحین کی مرہم پٹی کے لئے گئی تھیں جو سوائے مس کے نہیں ہوسکتی بلکہ بعض زخموں کے پٹی باندھنے کیلئے مجروح کے بار بار کروٹ بدلنے پڑتے ہیں یا ان پکڑ کر اٹھانا پڑتا ہے) جنہیں بعد فتح مردوں کیطرح عورتوں کو بھی حصہ دیا گیا۔ دیکھو الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴ کالم ۲ و دیگر احادیث صفحہ ۱۴ کالم اول و دوم و احادیث بحوالہ جواب سوال دوم ضمن الف و ب خط ہذا جنمیں جوئیں دیکھنا سر پر روغن ملنا کنگہی کرنا لکھا ہے اور تعامل صحابہ کے لئے دیکھو سوال ہفتم کا جواب نمبر ۵ و ۶

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [۲۷] مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا [۲۸] یعنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو احکام شریعت بیان فرماتے ہیں انیں کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں فرماتی بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی ہی سے فرماتے ہیں لہذا جو کچھ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیدیں لیلو اور جس سے روکیں باز آجاؤ۔ اسلئے احادیث کے حوالجات (جو اوپر لکھے گئے) حکم قرآن مجید ہی سمجھنا چاہئے۔ (۶) عورتوں کا پاؤں دبانا روغن لگانا کنگہی کرنا یہ فعل رسول نہیں بلکہ یہ فعل تو عورات کا ہے جو اپنی ضرورت یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اجر عظیم سمجھکر۔ اور بدن مبارک کی مس کو موجب برکات سمجھکر یہ شرف حاصل کرتی تھیں۔ اں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین اور بالمومنین رؤف رحیم تھے انکو محروم نہ رکھتے تھے یعنے منع نہ کرتے۔

سوال پنجم - غیر محرم کو اگر رسول سے پردہ کرنا درست نہیں تو حضرت عایشہ رضی باوجود ماں ہونے کے کیوں پردہ کرتی تھیں مومنوں سے۔

جواب - یہ عجیب سوال ہے گفتگو تو تھی مامور مرسل امام نبی کے متعلق تو حضرت عایشہ رضی کے پردہ کی نسبت کہاں سے سوال پیدا ہوگیا جو نہ مامور ہیں نہ مرسل نہ امام نہ نبی۔
(۲) دوسری عورتوں کو تو ضرورت تھی برکت حاصل کرنے اور خدمت سے اجر عظیم پانے کی حضرت عایشہ صدیقہ رضی کو کس صحابہ سے یہ چیزیں حاصل کرنیکی ضرورت تھی وہ شرف تو آپکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں ہر وقت حاصل تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۳) فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ [۳۲] ہی حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خصوصیتاً مانع تھا

سوال ششم - حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں۔

جواب - وہ نبی معصوم ہیں انسے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں۔ بلکہ موجب رحمت و برکات ہے، اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنے ہیں دیکھو سوالات دوم تا پنجم کے جوابات۔

(۲) امت اپنے نبی کی اولاد روحانی ہوتی ہے۔ اسلئے وہاں زنا اور تہمت زنا کا احتمال نہیں جیسے لوط علیہ السلام نے فرمایا هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ [۱۲] یہ تمہاری بی بیاں میری بیٹیاں ہیں۔ دوسرا وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ [۲۱] یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں۔ باپ کی بیبیاں مائیں ہوتی ہیں۔

سوال ہفتم - حضرت کے صاحبزادے غیر عورتوں میں بلا تکلف اندر کیوں جاتے ہیں کیا انسے پردہ درست نہیں

جواب - آپ نے اس سوال کیوقت جلدی سے کام لیا اور غور نہیں کیا کہ پردہ کرنیکی پابند عورات ہیں یا عورتوں کے پردہ کرانے کو بھی پابند مرد ہی ہیں۔ غرض مردوں کو حکم ہے يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ [۱۸] یعنی مرد اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبزادے غیر عورتوں کیطرف دیکھتے ہیں اور غض بصر نہیں کرتے اور اس کا کوئی ثبوت بھی آپ پیش کرتے تو ہمکو جواب کی ضرورت بھی ہوتی اب تو اسکی جواب کی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ یعنی تو انپر کوئی داروغہ نہیں کہ انسے عملدرآمد کراوے اور منواوے جب مامور کسی کا داروغہ نہیں تو کیا صاحبزادے عورتوں سے پردہ کرانے کے ذمہ وار ہیں۔

(۲) کتب حدیث و تفاسیر میں بکثرت لکھا ہے کہ صحابہ کی عورتیں جنگوں میں زخمیوں کے علاج کیلئے جاتی تھیں چنانچہ چند مثالیں لکھی بھی گئی ہیں۔ کیا وہ علاج کیوقت پردہ کرسکتی تھیں خصوصاً جب کہ وہیں زخمیوں کی بدلنی پڑیں یا سینہ پر زخم ہوں اور زخم بار بار ہر روز دھونے ہی پڑتے ہیں (۳) مستثنیات کے ذکر میں اور قانون کے وجود اور منشا بیان کرتے ہوئے میں لکھدیا ہے کہ ضرورت حجاب صرف احتمال زنا کیلئے ہے جہاں انکے وقوع کا احتمال کم ہو انکو اللہ تعالیٰ نے مستثنے کر دیا ہے اسیواسطے انبیاء اتقیا لوگ مستثنے بلکہ بطریق اولی مستثنے ہیں پس حضرت کے صاحبزادے اللہ تعالیٰ کے فضل سے متقی ہیں ان سے اگر حجاب نہ کریں تو اعتراض کی بات نہیں۔

(۴) گھر میں عورتیں مختلف قسم کی جاتی ہیں کوئی پردہ دار اور کوئی بے پردہ پھر کیا صاحبزادے جب گھر میں جاویں پہلے تحقیقات شروع کردیں کہ انمیں کون کون پردہ دار ہیں۔

(۵) عَنِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ لَقِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا خَوْلَةُ وَهُوَ يَسِيْرُ مَعَ النَّاسِ فَاسْتَوْقَفَتْهُ فَوَقَفَ لَهَا وَدَنَا مِنْهَا وَاَصْغٰى اِلَيْهَا رَاْسَهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى مَنْكِبَيْهَا حَتّٰى قَضَتْ حَاجَتَهَا وَانْصَرَفَتْ ... درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۷۹ یعنی ابن زید سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت خولہ نام ملی جبکہ آپ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے اس نے حضرت عمر کو ٹھہراکر باتیں شروع کردیں حضرت عمر اس عورت کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھکر اور اسکی طرف سر جھکا کر باتیں سنتے رہے یہانتک کہ وہ باتوں سے خود فارغ ہوکر چلی گئی۔

(۶) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جَمَعَ نِسَاءَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَيْتٍ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُنَّ تُبَايِعْنَ عَلٰى اَنْ لَا تُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقْنَ وَلَا تَزْنِيْنَ الْاٰيَةَ قُلْنَا نَعَمْ فَمَدَّ يَدَهٗ مِنْ خَارِجِ الْبَيْتِ وَمَدَدْنَا اَيْدِيَنَا مِنْ دَاخِلِ الْبَيْتِ ... درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰۹ ام عطیہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ایک گھر میں عورات انصار کو جمع کراکر انکی طرف حضرت عمر کو بھیجا حضرت عمر نے دروازہ پر کھڑا ہو کر سلام کے بعد فرمایا میں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول تمہاری طرف کیا تم بیعت کرتے ہو کہ شرک چوری زنا وغیرہ نکرین گی ہم نے کہا ہاں پھر حضرت عمر نے باہر سے ہاتھ بڑھایا اور ہم نے گھر کے اندر سے بڑھایا۔

یہ تعامل صحابہ خیر القرون کا ہے پس جب صحابہ کو بسبب اتقا مس تک جائز تھا تو صاحبزادگان جو اتقی ہیں صرف اپنے گھر میں چلا جانا کسطرح جائے اعتراض ہوسکتا ہے حالانکہ اس سے پردہ کی پابند بخوبی اپنا پردہ کرسکتی ہیں (۷) وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ سورہ نور رکوع ۴ میں حکم ہے کہ عورتیں اپنی اوڑھنی اپنی جیبوں تک اوڑھیں

99

قرآن کریم کی تفسیر

یعنی

رسالہ تعلیم الاسلام

اس رسالہ کو شروع ہوئے ۹۔ ماہ گذر چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں تین سو سے زائد صفحات قرآن شریف کی تفسیر کے اسمیں نکل چکے ہیں۔ اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر لکھنا کافی ہے۔ کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب جو کچھ درس قرآن میں فرماتے ہیں۔ وہ مع شئے زائد اس تفسیر میں موجود ہوتا ہے۔ تفسیر کو ترتیب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب دیتے ہیں۔ میں نے جہانتک اس تفسیر کو دیکھا ہے۔ نہایت بیش قیمت پایا ہے۔ اور حضرت مولوی صاحب نے بھی اکثر اوقات اسکی بہت تعریف کی ہے۔ عام فہم ہے۔ اور الفاظ اور ان کے معانی کی پوری تشریح کیجاتی ہے۔ احمدی قوم کی یہ ایک بڑی بھاری ضرورت تھی۔ جو اس رنگ میں پوری ہوئی۔ اب میری غرض اس ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ رسالہ ایک ایسا قیمتی رسالہ تھا۔ جو ہر ایک فرد کے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا۔ اس غرض سے اسکی قیمت صرف عہ سالانہ رکھی گئی تھی۔ مگر اسوجہ سے کہ جماعت کو اس رسالہ کے اغراض اور اس کے مضامین سے کماحقہ آگاہی نہ ہوئی اسکی اشاعت بھی ابتک بہت محدود رہی۔ اسکی توسیع اشاعت کا سوال جسپر دیر سے غور ہو رہا تھا۔ اب اسطرح پر حل کیا گیا ہے۔ کہ اس رسالہ کو ریویو آف ریلیجنز کے ساتھ ملا دیا جاوے اور اسکی قیمت میں تخفیف کر دیجاوے۔ ابتک اس رسالہ میں قریباً تیس یا بتیس صفحے تفسیر کے علی العموم رہی ہیں۔ مگر آیندہ صرف بیس صفحے ہونگی۔ مگر چونکہ یہ بیس صفحے میگزین کی لکھائی کے مطابق ہونگی۔ اس لئے اسمیں مضمون انشاءاللہ اسیقدر ہوگا۔ جسقدر پہلے تیس یا بتیس صفحوں میں ہوتا تہا اور اسکی لکھائی۔ اور چھپائی پر ویسی ہی محنت صرف کیجاوے گی۔ جیسے ابتک میگزین پر کی جا رہی ہے۔ اور یہ حصہ بطور ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ہوگا جسکی قیمت صرف ۱۲ر سالانہ ہوگی۔ اور موجودہ خریداران ریویو کو اختیار ہوگا کہ جو احباب چاہیں۔ اسے بطور ضمیمہ خریدیں۔ اور جو نہ چاہیں نہ خریدیں۔ ریویو کی اصل قیمت وہی ہوگی جو ابتک رہی ہے یعنی صرف عہ سالانہ اور صرف ضمیمہ کے خریداروں سے ۱۲ر سالانہ زیادہ لئے جاویں گے۔ یہ اتنی تہوڑی قیمت ہے کہ اسمیں انجمن کا کوئی فائدہ مدنظر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اسوجہ سے کہ قرآن شریف کا علم حاصل کرنا ہر ایک سچے احمدی کا کام ہے۔ کیونکہ اصل غرض بعثت امام علیہ السلام کی قرآن کریم کی تعلیم کو دوبارہ دنیا میں زندہ کرنیکی ہے۔ اسلئے انجمن نے پسند کیا ہے۔ کہ جہانتک ممکن ہو۔ رعایت کے ساتھ ایک مکمل تفسیر قرآن کریم کی سب احباب کے ہاتھ تک پہونچائی جاوے۔ ۱۲ر میں سے ہم رسالہ کا خرچ تو صرف ٹکٹ وغیرہ کا ہی ہو جائیگا۔ اسطرح سے صرف ۱۲ر میں ایک دو سو چالیس صفحوں کی گنجان اور عمدہ خوشخط چھپی ہوئی کتاب سال میں اس ضمیمہ کے خریدار دنکو پہنچ جاویگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ ریویو آف ریلیجنز کے خریدار اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھاویں گے۔

اس تفسیر میں اسبات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ جو جو اعتراضات قرآن شریف پر کئے گئے ہیں۔ انکا جواب بھی ساتھ ساتھ ہوتا جاوے۔ اس سلئے کسیقدر لمبی بھی ہو جاتی ہے۔

نیا انتظام ماہ مئی سے شروع ہوگا۔ اور اپریل کا رسالہ غالباً اپنے وقت پر ہی روانہ ہوگا۔ لہذا سنہ ۱۹۱۴ء کے آخر تک صرف ۸ ماہ باقی ہونگے۔ اور ان ۸۔ ماہ کے لئے ضمیمہ کا چندہ صرف ۸ر ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ کم از کم ان آٹھ ماہ کے لئے ہمارے احباب اس تفسیر کو منگوا کر پڑھیں گے۔ پھر انشاءاللہ وہ خود اسکی قدر کرنے لگیں گے۔ درخواستیں بہت جلد آنی چاہئیں کیونکہ ضمیمہ صرف اسیقدر چھپوایا جائیگا۔ جسقدر درخواستیں اس کے لئے آئیں گی تفسیر کے پہلے حصہ کی بھی چند کاپیاں موجود ہیں۔ اگر احباب خریدنا چاہیں تو تہوڑی سی درخواستوں کی تعمیل ہو سکیگی۔ اس حصہ کی قیمت جسمیں قریباً ساڑھے تین سو صفحے تفسیر کے ہونگے عہ ہے۔

(نوٹ ۱) ضمیمہ الگ بھی جاری کیا جا سکتا ہے یعنی جو احباب ریویو آف ریلیجنز نہ خریدتے ہوں۔ ان کے نام بھی ضمیمہ جاری ہو سکتا ہے۔ مگر ایسے احباب کے لئے اسکی قیمت ایک روپیہ سالانہ ہوگی۔ کیونکہ اسمیں اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ ایسا ہی جو لوگ سال کے بعد اکٹھا خریدیں گے۔ انکو ایک روپیہ قیمت ادا کرنی ہوگی۔

(نوٹ ۲) ضمیمہ کی قیمت میں ان رعایتوں میں سے کوئی رعایت نہ ہوگی جو ریویو کی قیمت میں طلبار وغیرہ کے ساتھ کیجاتی ہے۔ کیونکہ اس قیمت پر بمشکل اصل لاگت ہی واپس آئیگی۔

جملہ درخواستیں بنام نائب ناظم میگزین قادیان اور روپیہ بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ آنا چاہیے۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

پاک شاعری

لو جانب یمن بھی قریئے میں کداعتر کے
وہ شاہ سوار مشرق جلوہ فگن ہوا ہے

اور اس کے دم سے سہم سب مرزاہیں منکر
ایسا کبھی کسی کا گور و کفن ہوا ہے

لیکھو دو لی وا آتھم کس تنگ کو میں گناؤں
جو جو اٹھا مقابل طعمہ زغن ہوا ہے

اے خارجی! خدارا پڑھ لے آیۂ تقول
اور دیکھ صدق صادق کیا مبرہن ہوا ہے

شمس و قمر سے پوچھو یعنی کہ بعد احمد
دعوی پہ کسکے شاہد چرخ کہن ہوا ہے

کس شان سے ہیں آئے حضرت کرشن آ
آئینے انکی جنت رشیوں کا بن ہوا ہے

کیا آگیا ہے مہدی جو انتظار کم ہے
بارہ گیا کہ آنا اس کو کٹھن ہوا ہے

موسائیوں پہ ہو جب کیوں بارش نبوت
خیر الامم کا خصہ رنج و محن ہوا ہے

بیشک غلام احمد زیر نگین احمد
ملبوس انبیا میں شاہ زمن ہوا ہے

انجن نے کیا زمیں کی ہیں کھینچ لیں طنابیں
اور ریل سے زمانہ رنگ چمن ہوا ہے

راہ ہائے آہنیں کا اک جال بچھ رہا ہے
ترک قلاص راز ہر انجمن ہوا ہے

گرجے سے تہا مقدر دجال کا نکلنا
کر کہف کی تلاوت تو کیوں مگن ہوا ہے

طاعون قحط طوفان یہ ثلج یہ زلازل
دنیا کا اس سے پہلے کب یہ چلن ہوا ہے

پوری ہوئی نبوت ہے یہ وہی زمانہ
نے اتفاق سے ہی یوں پر فتن ہوا ہے

بعد خزاں تمنا ہوتی ہے فصل گل کی
قدرت کے قاعدہ پر کیوں خندہ زن ہوا ہے

ہاں دیکھ اس چمن کا وہ آگیا ہے مالی
دل تیرا جس خلش سے بیت الحزن ہوا ہے

خود پست ہو رہے ہیں تثلیث کے ستارے
زنار برہمن کو تار رسن ہوا ہے

کیا نعت میں پروئے فائز در مضامیں
پر آج موتیوں سے تیرا دہن ہوا ہے

راقم

غلام مرتضیٰ خاں فائز جوندلہ

قابل توجہ صاحب پوسٹماسٹر جنرل بہادر

ڈاکخانجات پنجاب

معزز ہمعصر وکیل نے اس عنوان سے ایک آرٹیکل ۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے اخبار الحکم میں وقتاً فوقتاً امرتسر ڈویژن سے متعلق مضامین درج ہوتے رہے ہیں جن خطرہ کا اخبار وکیل نے اندیشہ ظاہر کیا ہے الحکم متعدد مرتبہ ان سازشوں اور ان کے نقصانات کا ذکر قبل از وقت کر چکا ہے اور اب جبکہ اخبار وکیل بھی اس سلسلہ میں تائید کے لئے اٹھا ہے تو ہمیں امید ہے کہ یہ سلسلہ مضامین بہت مفید اور موثر ثابت ہوگا۔ مسلمانوں کے حقوق جس طرح امرتسر ڈویژن میں چھپانے کی سعی کی جاتی ہے اسکی نظیر پیش کر کے اصل واقعہ کو سامنے رکھدیا جائیگا۔ ہم وکیل کے معزز آرٹیکل سے لفظاً و معناً متفق ہیں اسلئے اسے درج کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

۳۱ دسمبر ۱۹۰۶ء کے پرچہ میں قابل توجہ صاحب سپرنٹنڈنٹ صاحب ڈاکخانجات امرتسر ڈویژن کے عنوان سے ایک ایڈیٹوریل نوٹ لکھا گیا جس میں صاحب موصوف کو توجہ دلائی تھی کہ ان کے ڈویژن میں مسلمانوں یا ماتحتوں کے حقوق نہایت بیدردی سے پامال کئے جا رہے ہیں اور یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ بعض مسلمان ملازم رسیدہ ہیں اور ان کی آرام طلبی کی شکایت کر دی ہے اور ذلیل سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہمیں سپرنٹنڈنٹ صاحب سے امید تھی کہ حتی الامکان ایسی ریشہ دوانیوں کا سدباب کریں جو قومی تعصب کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں مگر افسوس کہ اس طرف کچھ توجہ نہیں کی گئی اور روز بروز خبریں ظہور پذیر ہو رہی ہیں جو ہمارے اندیشہ کی تائید کرتی ہیں پہلے اندیشہ ظاہر کیا تھا اب یقین ہو گیا ہے کہ ان سازشوں کے اثر سے مسلمانوں کی حق تلفی ہو رہی ہے اور ان کے ساتھ عدل و انصاف نہیں کیا جاتا۔ اس کا علاج کرنا حکام کا فرض ہے جن کے ہاتھ میں عملی طور پر نظم و نسق ہے۔ ہم کو اسقدر بار بار کہنا پڑا کہ انصاف و عدل کا کام بہت نہیں لیتا۔ جو سید یا ادنیٰ حق تلفیاں خصوصیت سے ہو رہی ہیں وہ اسکی بڑی اور اصلی وجہ یہی ہے جو ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں اگرچہ محکمہ کے ہر ایک شعبہ میں ایک خاص سپرٹ مسلمانوں کے خلاف کام کر رہی ہے لیکن ان دونوں محکموں میں اسکا زیادہ زور ہے۔

امرتسر ڈویژن میں تھوڑا عرصہ ہوا چار انسپکٹر تھے دو ہندو اور دو مسلمان لیکن اب ان میں سے ایک مسلمان کو بلا وجہ تنزل کر دیا گیا اور ایک کو پنشن دیکر علیحدہ کر دیا گیا۔ ان دونوں کے بجائے جو صاحب انسپکٹر ہوئے ہیں وہ ہندو ہیں۔ ایک مسلمان کلرک کا تبادلہ کر دیا گیا ایک مسلمان ہیڈ کلرک کو دوسری جگہ تبدیل کر دیا گیا اور اسکی بجائے جو ہیڈ کلرک آیا ہے وہ بھی ہندو ہے اسکے علاوہ پوسٹ ماسٹر ڈپٹی پوسٹ ماسٹر اور برانچ پوسٹ آفس کے تمام افسر ماتحت انسپکٹر اور تمام پوسٹ ماسٹر یا ستثنائے ایک کے سب ہندو ہیں۔ اب خیال کرنیکا مقام ہے کہ جہاں ایک قوم کا اتنا غلبہ ہو وہ دوسری قوم کے افراد کو اس محکمہ میں کب دیکھنا پسند کر سکتی ہے قطع نظر اسکے کہ عام ماتحت کی دست درازی سے مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اور عام طور پر انہیں ناراضگی کا خیال پیدا ہو رہا ہے کسی محکمہ میں ایک قوم کی اس قدر کثرت خود گورنمنٹ کیلئے بھی بعض وقت خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ لدھیانہ کے کلرکوں کی سٹرائیک کا معاملہ ابھی تک دوسٹی نظارت سے فراموش نہوا ہوگا ہر ایک محکمہ میں سخت ضرورت ہے کہ دونوں قوموں کی ملازمتوں میں مساوات کا اصول قائم رکھا جائے اور ایک قوم کو بیجا طاقت دیکر دوسری کی حق تلفی نہ کر دی جائے کیونکہ برٹش انتظام پر یہ ایک بدنما دھبہ ہے کہ افسران اعلیٰ ماتحتوں کے اشارہ پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتے ہیں اور انکو مصالح ملکی کی کچھ خبر نہیں۔

جو لوگ ہندوستان کی چاروں کھونٹ میں ہندو مسلمانوں کے اتحاد کا وعظ کہتے پھرتے ہیں اور مسلمانوں کو پولیٹیکل سٹیج پر پہلو بہ پہلو کھڑا کرنے کی راگنیاں الاپتے ہیں ان کو اپنے دلوں میں ٹھہرنا چاہئے اور غور کرنا چاہئے کہ ان کے ملکی اتحاد کی کوششیں کہاں تک بار آور ہو سکتی ہیں جس درخت کو بعض صاحبان ملک سینچ رہے ہیں اسکی جڑ ہو نہیں انہیں کے ہم مذہب و ہم قوم تبر یا بیانی ڈال رہے ہیں ہم نہیں سمجھتے اگر مسلمان ان کی نیتوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھیں تو انہیں انکا کیا قصور رہتا ہے۔

آخر میں ہم صاحب پوسٹماسٹر جنرل بہادر کو بہت زور سے توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان حیلے بہانوں کا تدارک فوری رفع دفع کریں اور آئندہ ڈاکخانہ جات جیسے مفید و ہر دلعزیز محکمہ کو بدنامی سے بچائیں۔

ایڈیٹر شبھ چنتک کی آخری تحریر اور معذرت

ناظرین کو اس سے پہلے اشاعت میں ایڈیٹر و مہتمم شبھ چنتک کی ناگہانی موت پر ہمیں ایک آرٹیکل لکھنا پڑا ہے اس کے بعد گو ہمیں ضرورت نہیں رہتی کہ کچھ لکھا جاوے لیکن پنڈت سومراج ایڈیٹر اخبار مذکور نے ایک دو سطر اخبار کے نام پر بطور معذرت لکھی تھی وہ ٹھیک اسی دن شایع ہوئی جس روز پنڈت سومراج اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ چونکہ وہ چٹھی بجائے خود ان کے ایک پرچہ کا ایک حصہ ہے جو پنڈت سومراج اور اچھر چند نے شایع کیا ہے اسلئے اس چٹھی کو چھاپ دینا ضروری ہے۔ جو ہم ذیل میں بجنسہ درج کیا گیا ہے۔

شبھ چنتک کی تحریر تھا کسی کی موت سے ہمیں کوئی خوشی ہرگز نہیں اس واقعہ کا ذکر صرف اسلئے کیا گیا تھا کہ وہ ایک نشان ہے تا کسی پاک دل کو ان کے انجام کو دیکھ کر فائدہ پہونچے۔ بہرحال وہ چٹھی یہ ہے:۔

شبھ چنتک کی معذرت

پنڈت سومراج جی نمبردار ایڈیٹر شبھ چنتک قادیان مع ہمیں ذیل کا ایک خط بھیجتے ہیں ہم سے دفتر شبھ چنتک کے ساتھ دیگر کاروبار کا انتظام بھی بالا ہی میں کیا تھا اسی غرض سے اسباب وغیرہ لانے کیلئے قادیان ۲۰ مارچ کو گئے تھے کیونکہ میرے اور لالہ اچھر چند جی کے اہل و عیال ہنوز قادیان میں ہی تھے یکایک مہاشہ اچھر چند کی استری اور لڑکا رام بہادر لالہ اچھر چند کا لڑکا بیمار ہو گئے۔ خیر ان کی استری کو تو آرام ہو گیا لیکن لڑکا گذر گیا۔ اس تکلیف کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا تھا کہ میری استری اور میرا بچہ اور لالہ اچھر چند بیمار ہو گئے میری استری تو ابھی بیمار ہے۔ مگر میرا لڑکا شکار ہو گیا۔ اس مصیبت کو ابھی بھول نہیں سکے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت اور پیش آئی۔ اور وہ یہ تھی کہ عزیز بھگت رام بھی لڑکا گذر گیا اور خود بیمار ہو گیا۔ اور چند روز بیمار رہ کر جس کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ ہمیں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اور انکا بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ اور ابھی تک بیماری کی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ لالہ اچھر چند جی تو اول کئی ہفتے اس معذوری کام کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اسپر بھگت رام کی دوکان اور لین دین کو اگر ابھی سے صاف کرنا چاہیں تو ۳ یا ۴ ہفتہ درکار ہیں اور میں بھی اکیلا ابھی بغیر کسی کے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اسلئے مہربانی کرکے بذریعہ اخبار مشتہر کر دیویں کہ شبھ چنتک کو مطلع کر دیا جاوے چند ہفتے مجبوراً نہیں نکل سکیں گے ناظرین معاف فرمائیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اطلاع یا نوٹس کا مضمون آپ خود ہی بنا لیں میں نہیں لکھ سکتا عزیز بھگت رام کے وقت میں یکہ بیک مختلف فقرہ ان کو دان کرتے ہیں۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپکر شائع ہو۔